بے شک اللہ فساد کا موجب بننے والوں کو پسند نہیں کرتا'' (۴) اس لیے فساد امن کا دشمن ہے اور اسلام امن عالم کا داعی ہے۔

عصر حاضر کا تقاضہ ہے کہ پوری دنیا میں امن وسکون قائم ہو اور امن وسکون اسی وقت قائم ہوگا جب فساد ختم ہو دہشت گردی کا خاتمہ ہو اور فساد و دہشت گردی اسی وقت ختم ہوگی جب اس کے اسباب ختم ہوں گے۔ اسباب کیا ہیں؟ بے انصافی، معاشی استحصال، مذہبی استحصال، لاقانونیت، ظلم، سیاسی استحصال، سازش، طاقت کی یلغار، تہذیب کی یلغار، من پسند خیالات وافکار کا تسلط وغیرہ۔

انسان کیا جانور کی بھی فطرت ہے کہ جب کوئی اس کے گھر پر قبضہ کرتا ہے اس کی بل میں گھستا ہے تو وہ جواب دیتا ہے مقابلہ کرتا ہے دشمن سے اپنے گھر کو محفوظ رکھنے کے لیے ہر ممکن کاروائی کرتا ہے کیا ظلم ہے کہ اس فطری مزاحمت کرنے والے کو دہشت گرد کہا جاتا ہے اور کئی سو میل سے آ کر گھر پر قبضہ کرنے والے کو امن کا پیامبر قرار دیا جاتا ہے اور جب تک یہ الٹی تعریف کی جاتی رہے گی یاد رکھیئے الٹی گنتی بھی گنی جاتی رہے گی لہذا ضرورت ہے کہ عصر حاضر کے تقاضے کو سمجھا جائے اور حکمت کے ساتھ اونٹ کے نتھنے میں نکیل ڈالی جائے۔ نکیل ڈالنے کی ذمہ داری صرف یورپ کی نہیں ایشیا اور چین کی بھی ہے بلکہ ساری دنیا کی ہے۔

عصر حاضر میں بین الاقوامی ذمہ داری کے ساتھ مذہبی وملی ذمہ داری بھی ہم پر عائد ہوتی ہے کہ ردعمل کا شکار ہو کر اسلامی تعلیمات کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اگر دشمن ہمارے خلاف غیر اخلاقی انداز میں طاقت، قانون، اسلحہ میڈیا کا استعمال کر رہا ہے تو پھر بھی ہمارے لیے جائز نہیں کہ ہم ملک میں رہنے والی اقلیت اور ان کی عبادت گاہوں کو نشانہ بنائیں یا سویلین کا قتل کریں۔ ہمارے سامنے سیرت طیبہ میں روشن خیالی کی دو بہترین نمونے ہیں۔

۱۔ میثاق مدینہ
۲۔ صلح حدیبیہ

ہمیں انہیں آئیڈیل بنا کر حالات کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

مذاہب اور اقوام عالم میں مذہبی انتہا پسندی اور فکری جمود

ہندو تعلیمات

ہندومت تعلیمات کا خلاصہ ''دھرم کے مخالفوں کو زندہ آگ میں جلا دو، دشمنوں کے کھیتوں کو اجاڑ دو، گائے، بیل اور لوگوں کو بھوکا مار کر ہلاک کر دو، جس طرح بلی چوہے کو تڑپا تڑپا کر مارتی ہے اسی طرح دشمنوں کو تڑپا تڑپا کر ہلاک کرو۔(۵) لیکن جب انگریز کی پشت پناہی میں ہندوؤں نے مسلمانوں کی خلاف منظم کاروائیاں شروع کیں تو مسلمانوں کے بارے میں ان کے خیالات کیا تھے اور ہندوؤں کے رہنماؤں کی کیا ہدایات تھیں اس کا اندازہ ڈاکٹر کشیور اوبلی رام کی اس رائے سے کیا جا سکتا ہے کہ ''ہندوستان کا پورا کو چک ہندوؤں کا ہے جو اس میں ہزار ہا سال سے رہتے سہتے چلے آئے ہیں اور مسلمان دنیا کے اس حصے میں اجنبی اور غیر ملکی ہیں۔(۶)

قیام پاکستان سے قریباً ۳۰ سال قبل ہی ہندوؤں کی جانب سے مسلم کش فسادات شروع ہو گئے تھے(۷)

۱۹۲۷ء میں سکھر میں ایک جلسہ عام سے خطاب کے دوران مہاشہ پرتاب سنگھ نے علی الاعلان ہندوؤں کو کہا تھا ''اگر تم ایک گئے کی خاطر کراچی سے لیکر مکہ تک تمام مسلمانوں کو ختم کر دو تو بھی تھوڑا ہے، ہندو دھرم میں جانوروں کا گوشت کھانا منع ہے لیکن مسلمانوں کا خون پینا جائز ہے کسی ہندو کو اس کے پینے میں پس وپیش نہیں کرنا چاہیے''(۸)

ہندوؤں کی مذہبی کتب مقدسہ فکری جمود اور قتل وغارت گری سے بھری ہوئی ہیں۔ یجر وید میں لکھا ہے۔ یہ اگنی۔ غارت گری کی جنگ میں مال غنیمت لائے۔(۹) رگ وید میں لکھا ہے کہ ہر بدگو کو قتل کر دے اور جو کوئی ہم کو خفیہ طریقوں سے تکلیف پہنچائے اسے برباد کر۔(۱۰) اے مینو (غضب کا دیوتا) ہم سے لڑنے والوں پر غالب آ، توڑے جا، قتل کیے جا، دشمنوں کو کچلے جا۔(۱۱)

آج بھی ہندوستان میں نچلی ذات کے ہندوؤں کا وقفہ وقفہ سے قتل عام ہو رہا ہے۔

بابری مسجد تک شہید کردی گئی۔ ہزاروں مسجدیں سیل پڑی ہیں۔ گولڈن ٹیمپل پر حملہ کر کے اس کو تباہ کیا گیا اور ملک بھر میں سکھوں کا قتل عام کیا۔ (۱۲)

یہودیت:

یہودیوں کے تشدد، فکری جمود اور انتہا پسندی کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن نے جہاں یہ بتایا کہ اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے ہیں (۱۳) نقض عہد کرتے ہیں (۱۴) وہیں ان کا سب سے بڑا جرم یہ بیان کیا ہے کہ تقتلون الانبیاء بغیر حق (۱۵) ناحق انبیاء کا قتل کرتے ہیں، ہمارے سامنے یہودیوں کی کوئی مسلم کتاب نہیں بلکہ بقول ڈاکٹر حمید اللہ کچھ زمانہ کے حملہ آوروں، کچھ احبار کی تصحیف کچھ امتداد زمانہ کے سبب اصل کتاب ناپید ہو چکی ہے۔ (۱۶) یہود نے اپنے معاصر اہل مذہب پر زیادتیاں کیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بقول متی انجیل کے صلیب پر چڑھا دیا گیا، پیٹ پھاڑ کر انتڑیاں نکال دی گئیں۔ (۱۷) جبکہ قرآن کہتا ہے کہ نہ سولی دی گئی نہ قتل کیا گیا (۱۸) خود یہود کے ساتھ عیسائیوں نے انتہا پسندی کا مظاہرہ کیا بخت نصر نے ان کا قتل عام کیا، بیت المقدس کو آگ لگا دی، ان کی مذہبی کتب جلا دی، بحران میں اتفاقاً یہودی قتل ہو گئے تو حمیری یہودی حکمران ذونواس نے عیسائیوں کا قتل عام کیا (۱۹) یشوع کے متعلق آتا ہے ''انہوں نے ان سب (مفتوحین) کو جو اس شہر میں تھے کیا مرد، کیا عورت، کیا جوان، کیا بوڑھا، کیا بھیڑ اور کیا گدھا سب کو تہہ تیغ کیا'' (۲۰) ۱۰۹۹ء میں فتح یروشلم کے موقع پر یہودیوں نے ستر ہزار مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (۲۱)

عیسائیت اور مجوسیت:

عیسائیت اپنے دور ابتلا میں صلح و آشتی، عفو و درگزر کی تبلیغ کرتا رہا لیکن اقتدار حاصل کرنے کے بعد عیسائیوں نے بجائے عفو و درگزر سے کام لینے کے اپنے مخالفین سے عبرتناک انتقام لیا، کلیسا کا دستور تھا کہ ہر مخالفت کو بزور شمشیر کچلا جائے گا۔ غیر مذہب کے لوگوں کے لیے عیسائی بننے یا موت کے سوا کوئی راستہ نہ تھا، ایک راستہ تھا، ایک شدید ایذا کا اور دوسرا ناقابل برداشت جسمانی اذیت کا۔ (۲۲)

معروف مسلم اسکالر محمد مارماڈیوک پکتھال کہتے ہیں کہ ''کیا یہ سچ نہیں کہ ہسپانیہ اور اپالیہ میں مسلمانوں کا ایسا قتل عام ہوا کہ ان ممالک میں مسلمانوں کا نام لیوا بھی باقی نہیں رہا یہ سچ نہیں ہے کہ یونان کی ۱۸۲۱ء کی بغاوت میں مسلمانوں کو چن چن کر یوں قتل کیا گیا کہ ان کا نام ونشان مٹ گیا اوران کی مسجدوں کی لفظاً ومعناً اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔(۲۳) ایران کے نزدیک ہر غیر ایرانی وحشی اور باغی تھا اور یہی سبب تھا کہ یہ سلطنتیں جنگ میں ہر اخلاقی اقدار کو پامال کرتیں اور ایک دوسرے کے خلاف انتہاء پسندی کا مظاہرہ کرتی تھیں۔(۲۴) ۵۷۰ء میں حبشہ کے عیسائی حکمران ابرہہ نے کعبہ پر حملہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ابابیل کے ذریعہ پورا لشکر نیست ونابود کردیا۔ اس حملے کا بنیادی سبب کلیسائے صنعاء کی اہانت کا بدلہ لینا تھا۔(۲۵)

عربوں میں فکری جمود اور انتہاء پسندی:

عرب کسی اخلاقی ضابطہ کے پابند نہیں تھے، غارت گری پسندیدہ مشاغل میں تھا اس لیے جنگ کو حرب (غصہ) نار (آگ) روع (خوف) یوم کریہہ (مصیبت کا دن) وغیرہ سے تعبیر کرتے تھے۔(۲۶) جنگ کے مقاصد مال غنیمت حاصل کرنا، جذبہ تفاخر ہوتا تھا۔ دشمن کا مصلہ کرنا، اعضاء کاٹنا، زندہ جلادینا معمولی درجہ کی باتیں تھیں۔(۲۷)

سبعہ معلقات جو ادب جاہلیہ کا منتخب کلام ہے اس سے عرب تہذیب کی خونخواری فکری جمود اور انتہا پسندی اور پُر تشدد پہلو بخوبی نمایاں ہوتے ہیں عمر بن کلثوم کہتا ہے ''بے شک ہم جھنڈوں کو جنگ کے گھاٹ سفید لے کر جاتے ہیں اور جب وہ خون سے سیراب ہوکر سرخ ہوجاتے ہیں تو انہیں واپس لاتے ہیں جب ہم کسی قوم کی طرف اپنی چکی لے جاتے ہیں تو وہ لڑائی میں اس کا آٹا بن جاتی ہے۔ ہمارے نوجوان ایسے ہیں جو قتل ہوجانے کو باعث شرف سمجھتے ہیں۔(۲۸)

اسلامی معاشرہ کا ارتقاء:

اسلام تاریخ عالم کا ایک حیرت انگیز اور اہم ترین باب ہے۔ اسلام نے نہ صرف عربوں کی کایا پلٹ دی بلکہ اس نے نوع انسانی پر بہت بڑا احسان کیا۔ اسلام نے علم کو عوام کی ملکیت بنادیا۔ اس نے انسان اور اللہ میں براہ راست رشتہ قائم کیا۔ گبن کے الفاظ میں ''اسلام

ایک ایسا انقلاب تھا جس نے اقوام عالم کی سیرت پر ایک نئی پائیدار مہر ثبت کر دی'' اسلام نے عوام کو اس فرسودہ تہذیب سے باہر نکالا جس نے صدیوں سے ان کے حقوق غصب کر رکھے تھے۔ اسلام نے عوام کو ذہنی اور اخلاقی پستیوں سے نکال کر انہیں تہذیب وتمدن کی رفعتوں تک پہنچا دیا۔(۲۹)

اسلام کا مادہ اشتقاق ''سلم'' ہے جس کے معنی سلامتی پانے اور محفوظ رہنے کے ہیں ۔اس مفہوم میں یہ لفظ حدیث میں استعمال ہوا ہے

'المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويديه ۔(۳۰)

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں

حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا'' کہ دشمن سے جنگ کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت کی دعا کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ جنگ کی صورت میں تمہیں کیا حالات پیش آئیں گے''(۳۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اسلم'' یعنی فرماں بردار بن جاؤ تو حضرت ابراہیم نے جواب دیا ''اسلمت لرب العالمین'' یعنی میں نے تمام جہانوں کے رب کی فرماں برداری اختیار کی۔(۳۲)

معروف برٹش مستشرقہ کرین آرم اسٹرانگ نے لکھا ہے کہ'' محمد ﷺ ایک ایسے مذہب و روایت کے بانی تھے جس کی بنیاد تلوار اور جبر پر نہیں تھی ۔ مغربی پروپیگنڈے اور افسانے کے باوجود اسلام کا نام امن اور صلح کا مفہوم رکھنے والا ہے''(۳۳) حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے سوا دوسرے تمام مذاہب کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ نام نہاد امن کے دعویداروں نے خود انسانیت کے خون سے کرہ ارضی کو سرخ بنا کر رکھ دیا ہے۔(۳۴)

''ان تمام غزوات و سرایا میں جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں پیش آئے مسلمانوں کے مجموعی طور پر ۲۵۹افراد شہید اور ۱۲۷افراد زخمی ہوئے جبکہ مخالفین کے مقتولین کی تعداد ۷۵۹ اور اسیروں کی تعداد ۶۵۶۴ ہے۔اس طرح ان جنگوں میں کل ۱۰۱۸افراد قتل، ۱۲۷زخمی اور ۶۵۶۵ قید ہوئے۔(مسلمانوں کا ایک اسیر بھی شامل ہے)''(۳۵) ''دشمن کے جتنے لوگ مدنی زندگی کے دس سالوں میں مرے ان کی تعداد اوسطاً مہینہ دو بھی نہیں اور کل دو

سو چالیس افراد بھی مخالفین کے نہیں مرے جبکہ مسلم مقتولوں کی تعداد اس سے بھی کم ہے ''(۳۶) اسلام نے روز اول ہی سے جب معاشرے کی بنیاد پڑی تو تو معاشرے میں امن و سلامتی اور نیکی و بھلائی کا خیال رکھا۔ (۳۷) اسلامی معاشرہ ایک ایسا معاشرہ کہلاتا ہے جہاں پر صرف قانون الہیٰ کی اطاعت ہوتی ہو اور اللہ کے آخری رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں کو مشعل ہدایت سمجھا جاتا ہو اور ان پر عمل کرنا باعث سعادت اور ذریعہ نجات تصور کیا جاتا ہو۔ (۳۸) اسلامی معاشرہ کا ارتقاء اس وقت ہوا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا کو اس دنیا میں بھیجا اور چونکہ یہ دو افراد تھے اور ایک دوسرے سے تعلق رکھتے تھے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی معاشرہ کا آغاز بھی اسی وقت سے ہوا (۳۹)

اسلامی معاشرے کی خصوصیات

اسلامی معاشرے کی حسب ذیل خصوصیات ہیں۔

۱۔ وحدت نسل انسانی ۲۔ عملی اتحاد کی بنیاد ۳۔ وحدت فکر انسانی

۴۔ احترام انسانیت ۵۔ نیکی کا فروغ اور برائی کا انسداد

۶۔ مساوات ۷۔ آزادی ۸۔ اطاعت رسول

۹۔ شرف انسانیت (۴۰)

اسلامی معاشرے کی وسعت لامحدود ہے۔ ہر وہ معاشرہ جہاں اسلامی نظام تمدن اور شریعت کا نفاذ ہو اور قرآن وسنت کی پیروی کی جاتی ہو وہ اسلامی معاشرے میں شامل ہے۔ اسلامی معاشرے کی بنیاد مغربی معاشرے کی طرح زبان وثقافت پر نہیں ہے بلکہ مذہب اسلام کی بنیاد پر معاشرے کی تعمیر ہوتی ہے۔ (۴۱)

اعتدال پسندی کی ضد انتہاء پسندی کا جائزہ

درمیان سے دور ہٹ کر، کنارے کھڑے ہونے کو ''تطرف'' کہتے ہیں۔ اصلاً 'اس لفظ کا استعمال شروع شروع میں محسوس اور مرئی چیزوں کے لیے ہوتا تھا۔ مثلاً کنارے بیٹھنا، کنارے چلنا، لیکن پھر بعد میں اس کا استعمال معنوی چیزوں کے لیے ہونے لگا مثلاً دینی انتہا پسندی، فکری اور نظریاتی انتہا پسندی اور رویہ میں انتہا پسندی وجمود۔ (۴۲)

حقیقت یہ ہے کہ آج کل لوگوں کی زبان پر رجعت پسندی، انتہا پسندی، جمود اور تعصب کے جو الفاظ چڑھے ہوئے ہیں ان کے مفہوم کی وضاحت اور تحدید نہایت ضروری ہے۔ انہیں یوں ہی نہیں چھوڑ دینا چاہیے کہ ہر گروہ اپنی پسند کے مطابق انہیں استعمال کرے اگر ایسا ہوا تو دائیں بائیں بازو والے تمام فکری گروہ اور اجتماعی حلقے اپنی اپنی پسند کے مطابق جیسے او رجو چاہیں گے ان کی شرح کریں گے۔ (۴۳)

دنیا کا کوئی بھی مذہب ایسا نہیں جو کہ فتنہ فساد اور انتہا پسندی کی اجازت دیتا ہو۔ بوسنیا اور سرب، کوسوو اور سرب کی لڑائیاں مذہبی نوعیت کی لڑائیاں بن چکی ہیں۔ سوڈان میں مسلمان اور عیسائی ایک دوسرے کے ساتھ رہنا برداشت نہیں کر رہے ہیں۔ فلپائن کے مذہبی عیسائی، مسلمانوں کو برداشت کرنا ناممکن خیال کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا مورو نیشنل فرنٹ اور فلپائن حکومت کے درمیان چھاپہ مار لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہے۔ (۴۴)۔ اسی طرح ایتھوپیا اور اریٹیریا میں مسلم اور عیسائی باہمی جنگ میں مبتلا ہیں۔ سری لنکا میں بدھ اور ہندوؤں کی باہم لڑائیوں میں بھی مذہب کو بنیاد بنا دیا گیا ہے۔ (۴۵)

قرآن وحدیث میں انتہا پسندی کی تعبیر لفظ ''غلو'' سے کی گئی ہے

اسلام کی راہ اعتدال پسندی کی راہ ہے۔ ہر چیز میں اعتدال، تصور اور عقائد میں، عبادت اور زہد میں، اخلاق اور رویہ میں، معاملات اور قانون سازی میں، اسی راہ کا نام اللہ نے ''صراط مستقیم'' (۴۶) رکھا۔ یہ راہ ان دینی اور فکری گروہوں کی راہ سے الگ ہے جن پر اللہ کا غضب ہو (۴۷) یا جو راہ پانے کے بعد کھو بیٹھے اور جن کی راہوں پر غلو اور افراط وتفریط کی چھاپ پڑی ہوئی ہے۔ اسلام اعتدال پسندی کی تعلیم دیتا ہے، انتہا پسندی سے خبر دار کرتا ہے۔ نیز اس کے لیے قرآن وحدیث میں جو الفاظ استعمال کیے گئے ہیں ان میں غلو، تنطع اور تشدید کے الفاظ بھی ہیں۔ اسلام غلو اور فکری جمود کو انتہائی ناپسند کرتا ہے نیز لوگوں کو اس سے شدت کے ساتھ خبر دار کرتا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ایاکم والغلو فی الدین فانما ھلک من قبلکم بالغلو فی الدین۔ (۴۸) ترجمہ ''تم دین میں غلو کرنے سے بچو، تم سے پہلے لوگ دین میں غلو ہی کے باعث ہلاک ہوئے۔

حجتہ الوداع کے موقع پر جب آنحضرت ﷺ مزدلفہ پہنچے تو آپ ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا ''منیٰ میں رمی جمار کے لیے کنکریاں لاؤ'' حضرت ابن عباسؓ نے چھوٹی چھوٹی کنکریاں چُن کر آپ ﷺ کو دیں، آپ ﷺ نے ان کنکریوں کو ہاتھ میں لیکر فرمایا'' ہاں ایسی ہی کنکریاں اور تم دین میں غلو سے بچو، تم سے پہلے کے لوگ دین میں غلو ہی کے باعث ہلاک ہوئے، یعنی لوگوں کو شدت اور انتہا پسندی کا رویہ نہیں اپنانا چاہیے۔ (۴۹) روشن خیالی اور اعتدال پسندی کو اختیار کرنا چاہیے۔

جب آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کو یمن روانہ فرمایا تو یہ نصیحت کی ''نرمی کرنا، سختی نہیں، خوشخبری سنانا، تنفر نہ کرنا، مل جل کر رہنا، باہمی اختلاف سے بچانا۔ (۵۰) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ'' دین آسان ہے اور جو انتہا پسندی کا رویہ اپنائے گا تو وہ مغلوب ہو جائے گا، پس سیدھی اور میانہ روی کی راہ اپناؤ اور بشارت حاصل کرو'' (۵۱)

قرآن مجید میں ۹۰ سے زیادہ بار صبر کا ذکر ہے اور ۱۶ مقامات پر صبر و برداشت کا حکم ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں نصف ایمان صبر ہے اور نصف ایمان شکر ہے (۵۲) گویا اعتدال پسندی کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔

روشن خیالی اور اعتدال پسندی سے انتہا پسندی کا سفر

☆ انتہا پسندی کیا ہے؟

انتہا پسندی کی اولین علامت یہ ہے کہ کسی رائے کے تئیں ایسی طرفداری کی جائے اور ایسی عصبیت برتی جائے کہ دوسروں کی رایوں کو تسلیم کرنے کے لیے کوئی گنجائش نہ رہ جائے۔

☆ غیر ضروری پابندیاں

آسانی کی گنجائش ہوتے ہوئے شدت پسندی کا رویہ اپنانا اور دوسروں کے لیے اسے لازم قرار دینا جبکہ اللہ نے اسے لازم نہ قرار دیا ہو دینی انتہا پسندی کا دوسرا مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ'یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ۔(۵۳) ترجمہ۔ اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا۔ لہذا روشنی خیالی اور اعتدال پسندی اختیار کی جائے۔

☆ موقع و محل سے اعراض

شدت پسندی اور سخت گیری کے سلسلے میں موقع ومحل کو نظر انداز کر دینا بھی ناپسندیدہ ہے۔

☆ سختی اور خشونت

ہدایت ربانی اور طریق نبوی ﷺ کے برخلاف، معاملات میں سختی، رویہ میں خشونت اور دعوت وتبلیغ کے باب میں ترش کلامی سے کام لینا انتہا پسندی کی علامت ہے۔ شدت اور سختی کا جتنا خراب اثر دعوت وتبلیغ کے کام پر پڑتا ہے اتنا اور کسی چیز پر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمته و الوعظة الحسنة و جادلهم باللتی هی احسن ۔

لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مباحثہ کرو۔ (۵۴)

☆ بدگمانی

بدگمانی بھی انتہا پسندی کی علامت ہے۔ دوسروں کی تئیں بدگمانی کا رویہ اپنانا، انہیں ایسے سیاہ عینک سے دیکھنا جو ان کی اچھائیوں کو چھپا دے اور ان کی برائیوں کو بڑھا چڑھا کر دکھائے، انتہا پسندی کے لوازمات میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس سلسلے میں ارشاد ہے کہ

یاایها الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں (۵۵)

ارشاد رسول اللہ ﷺ ہے

ایاکم والظن ، فان الظن اکذب الحدیث

اپنے آپ کو بدگمانی سے بچاؤ، بے شک بدگمانی بڑی جھوٹی بات ہے۔ (۵۶)

☆ تکفیر کی کھائی

یہ انتہا پسندی اس وقت اپنی آخری حد پر پہنچ جاتی ہے جب یہ دوسروں کو خطا کار مان کر ان کی جان ومال کو مباح قرار دے دیتی ہے۔ اسی انتہا پسندی کے روگ میں پہلے خوارج

مبتلا ہو گئے تھے۔ مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی کتاب جواہر الفقہ میں ضابطہ کفر کے ذیل میں لکھا ہے کہ ''اگر کسی خاص شخص یا کسی خاص جماعت کے متعلق حکم بالکفر میں تردد ہو خواہ تردد کے اسباب میں علماء کا اختلاف، خواہ قرآن کا تعارض ہو یا اصول کا غموض تو اسلم یہ ہے کہ کہ نہ کفر کا حکم لگایا جائے نہ اسلام کا حکم اس کی نظیر وہ حکم ہے جو اہل کتاب کی مشتبہ روایات سے متعلق احادیث میں وارد ہے کہ لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم وقولوا امنا باللہ وما انزل الینا'' یعنی اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب اور کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اس نے اتارا ہم پر(۵۷)

☆ مغربی میڈیا

مغربی میڈیا اور اس کے دانشوروں نے مسلمانوں کو اشتعال انگیز ناموں بنیاد پرست (Fundamentalist) دہشت گرد (Terrorist) جنونی (Fanatics) انتہا پسند (Extremist) سے یاد کر کے اپنے خلاف مسلمانوں کے غصے کی لہر میں اضافہ کیا۔(۵۸)

انتہا پسندی کے اسباب

- ☆ خلاف فطرت وخلاف طبیعت امور
- ☆ عزت نفس کی مجروحی
- ☆ غصبِ حقوق
- ☆ خیانت اور بدیانت
- ☆ دورخاپن
- ☆ غداری اور دغا بازی
- ☆ ظلم وبربریت
- ☆ بغض وعداوت
- ☆ بہتان طرازی
- ☆ وعدہ خلافی

دہشت گردی

The word terrorism was first used in France to describe a new system of government adopted during the French Revolution (1789-1799). The regime de la terreur (Reign of Terror) was intended to promote democracy and popular rule by ridding the revolution of its enemies and thereby purifying it. However, the oppression and violent excesses of the terreur transformed it into a feared instrument of the state. From that time on, terrorism has had

a decidedly negative connotation. The word, however, did not gain wider popularity until the late 19th century when it was adopted by a group of Russian revolutionaries to describe their violent struggle against tsarist rule. Terrorism then assumed the more familiar antigovernment associations it has today .(59)

انگریزی زبان میں دہشت کے لیے لفظ Terror استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں حد درجہ خوف، کسی شخص یا چیز کو خوفزدہ کرنا اسی طرح دہشت گردی کے لیے استعمال ہونے والا لفظ Terrorism ہے جس کے معنی ہیں تشدد اور دھمکی کا استعمال۔

What is Terrorism?

· The systematic use of terror (such as bombing, killing and kidnappings) as a means of forcing some political objective when used by a govt, it may signal efforts to stifle dissat; used by insurrectionists or guerrillas,It may be part of an overall effort to effect desire political change. (60)

More than 2,000 years ago the first known acts of what we now call terrorism were perpetrated by a radical offshoot of the Zealots, a Jewish sect active in Judea during the 1st century AD. The Zealots resisted the Roman Empire's rule of what is today Israel through a determined campaign primarily involving assassination. Zealot fighters used the sica, a primitive dagger, to attack their enemies in broad daylight, often in crowded market places or on feast days-essentially wherever there were people to witness the violence. Thus, like modern terrorists, the Zealots intended their actions to communicate a message to a wider target audience: in this instance, the Roman occupation forces and any Jews who sympathized or collaborated with the invaders. (61)

مغربی لٹریچر اور اسلامی لٹریچر میں بنیاد پرستی کی اصطلاحات مختلف معانی میں استعمال ہوئی ہیں۔ اس لیے اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اسلام میں بنیاد پرستی کیا ہے اور اس کے کیا معنی ہیں؟ اسلام میں بنیاد پرستی یہ ہے کہ اسلام کی پانچ بنیادوں پر اپنی فکر و نظر اور کردار و عمل کو استوار کیا جائے۔ ان بنیادوں میں ایک عقیدہ توحید ہے اور چار دوسرے اعمال ہیں۔

اعمال میں سے زکوۃ تو صرف صاحب نصاب پر فرض ہے، حج صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک بار فرض ہے اور روزہ کھانے پینے سے رکنے کا نام ہے جو کفار بھی کرتے ہیں۔ لہذا اسلامی بنیاد پرستی کا عملی مظہر صرف نماز ہے اسی لیے اسے دین کا ستون اور مسلم و کافر میں فرق بتایا گیا ہے۔ پس یہ ہے ایک مسلمان کی بنیاد پرستی کہ اس کا عقیدہ درست ہو اور وہ نمازی ہو۔ یعنی وہ خدا کو وحدہ لاشریک مانتا ہو اور نماز کا پابند ہو۔

It has only been fifty years, but with the power of the world media, the Zionist leadership now feels free to do whatever it wants to destroy the Palestinian people. Millions of people, women and children, are in poverty in refugee camps. The blood of innocent people is being shed, because the cause of this violence continues to exist, namely Zionism. Just lately, on the 3rd of October 2001, one of the greatest Zionist leaders has boasted that he controls America, even though we are forbidden to interfere in politics.(62)

لیکن یورپ میں جس چیز کا نام بنیاد پرستی ہے اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔اس لیے ان دونوں اصلاحات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ یورپ میں بنیاد پرستی جن معنوں میں مستعمل ہے ان میں سے بعض معنوں کے اعتبار سے ایک مسلمان بنیاد پرست ہوتا ہے مثلاً یورپی بنیاد پرستوں کا یہ دعویٰ تھا کہ بائبل حرف بحرف کلام الٰہیٰ ہے یہی دعویٰ قرآن کے بارے میں مسلمان کا ہے۔ قرآن کریم حرف بحرف کلام الٰہیٰ ہے اور درست ہے یہ اور بات ہے کہ اہل یورپ کا دعویٰ سو کے قریب مختلف الالفاظ انجیلوں کی موجودگی میں ثابت ہے یا نہیں، جبکہ قرآن کریم کی روایت میں ایک لفظ کا اختلاف بھی آج تک ثابت نہیں کیا جا سکا اور الفاظ قرآن کے بارے میں ایک ''اختلاف بہر حال ہوا کہ قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں یا نہیں'' یہ اختلاف اہل سنت اور معتزلہ کے درمیان ہوا اس میں اہل سنت کا مسلک یہی ہے کہ یہ الفاظ کلام الٰہیٰ ہیں۔ (۶۳)

مغربی میڈیا اکثر و بیشتر یہ تاثر دیتا ہے کہ ''بنیاد پرستی'' کے نام سے مشہور مذہبی جدوجہد جو بعض اوقات متشددانہ بھی ہو جاتی ہے ایک خالصتاً اسلامی مظہر ہے جبکہ معاملہ یہ

نہیں ہے۔ بنیاد پرستی ایک عالمی (گلوبل) حقیقت ہے اور ہماری جدیدیت کے جواب میں ہر بڑے عقیدہ میں رونما ہو چکی ہے۔ بنیاد پرستانہ یہودیت ہے، بنیاد پرستانہ عیسائیت ہے، بنیاد پرستانہ ہندومت ہے، بنیاد پرستانہ بدھ مت ہے، بنیاد پرستانہ سکھ مت ہے اور یہاں تک کہ بنیاد پرستانہ کنفیوشس مت بھی موجود ہیں۔(۶۴)

بنیاد پرستی کا مفہوم جو بھی ہو، اس کا تشدد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے دنیا میں اس وقت مسلمانوں کے جو گروہ جہاد و مزاحمت کرتے ہیں ان کا بنیاد پرستی سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ان کے خلاف ظلم ہو رہا ہے ان کے حقوق غصب کیے جا رہے ہیں اور وہ ظلم کے خلاف جہاد اور اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں ان کے لیے اہل مغرب کی جانب سے بنیاد پرستی کی پھبتی کسنا ایک کھلا نفاق ہے۔ نیز جو لوگ دنیا کے مختلف مقامات پر تشدد کرتے ہیں چاہے ان کے اسباب مذہبی ہوں یا سیاسی ہوں یا معاشی ہوں دنیا کو چاہیے کہ وہ ان کے حقیقی اسباب معلوم کرے۔ آئرلینڈ کے لوگ جو تشدد کرتے ہیں وہ عیسائیت کی تعلیم نہیں ہے یا جنوبی افریقہ میں سفید فاموں نے جو کچھ کیا اگرچہ وہ عیسائی تھے مگر عیسائیت کی یہ تعلیم نہیں ہے اسی طرح اگر کسی جگہ بعض مسلمان اپنے معاشی، سیاسی اور مذہبی حقوق کے لیے جدوجہد کرتے ہیں تو ان کو صرف بنیاد پرستی کہہ کر رد کر دینا کوئی معقول رویہ نہیں ہے۔(۶۵)

I do not differentiate between war and terrorism. Terrorism is war and war is terrorism. If you look at the historical role of violence in the world, we see that violence has had a profound effect on the history of the world. Regardless of one's thoughts on violence, it is impossible to understand the world in which we live, without examining which acts of violence have helped to create the world in which we now live. All the empires, of which the British Empire was the most recent, now replaced by the American empire, we see that it too was built on violence and world conquest. When I was born in 1925, 20% of the world's population was governed by London. All of this was built on violence. If you look at all empires, Greek, Roman, and so forth, all were built on violence, and could not exist had it not been for acts of violence (66)

اہل مغرب کی استحصال پسندی اور فکری جمود

مغرب نے عالم اسلام کی تمام آبی گزرگاہوں پر یا تو قبضہ کرلیا ہے یا ان پر اپنی بالادستی قائم کرر کھی ہے۔ مغرب نے اپنی خانہ زاد ایجنسیوں مثلاً یو این او اور عمودی تفوق اور جبری اجارہ داری کا سہارا لیکر تمام گزرگاہوں پر قبضہ کرلیا ہے۔ مغرب نے عمودی تفوق اور جبری اجارہ داری کا سہارا لیکر اس بات کی بھرپور کوشش کررہا ہے کہ عالم اسلام کی تمام معدنیات پر اپنی اجارہ داری قائم کرلے۔ مذکورہ قوتوں کو سہارا لیکر نئے حربوں سے سارے عالم کی زراعت پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ انہیں حربوں کا استعمال کر کے عالم اسلام کے تمام انسانی وسائل کو اپنا غلام اور اپنی ملک بنانے کی تدبیر ہورہی ہے۔ بعض مخصوص تدابیر عالم اسلام میں پائے جانے والے تمام عقلی، ذہنی اور فنی صلاحیتوں اور قوتوں پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے کے لیے مغرب اسلام کا گلا گھوٹنا شروع کر چکا ہے۔ ۱۹۱۶ء، ۱۹۲۳ء، ۱۹۴۸ء، ۱۹۵۱ء، ۱۹۶۷ء، اور ۱۹۶۹ء کی کاروائیوں ۱۹۷۸ء کے کیمپ ڈیوڈ معاہدہ ۱۹۹۱ء کے جنگ خلیج اور اسرائیل معاہدہ کی سازشوں سے یہودیوں نے دارالاسلام کے قلب یعنی دارالامن اور جزیرہ العرب کی کلی حصار میں لے لیا ہے۔

دنیا کی عسکری قوت ہو یا سیاسی قوت یہ سب یہودی مالی قوت کے زیرنگین ہو چکے ہیں۔ چنانچہ دنیا کی ساری دولت سارے وسائل وذرائع دراصل ان کے مالی نظام کا حصہ بن چکے ہیں۔ اس وقت اگرچہ اس کلی اجارہ داری کو بعض مصلحتوں کے تحت تین ادارے چلا رہے ہیں جو سراسر یہودی ہیں یعنی واحد قطب امریکہ، ماقبل کی تیسری قوت کا دوسرا شعبہ یعنی آئی ایم ایف اور عالمی بینک، اور تیسری قوت کا پہلا شعبہ براہ راست یہودی عالمی مالی نظام۔ (۶۷)

مضبوط معاشی ممالک کو یہ گوارا نہیں کہ دوسرے ممالک بھی اپنی معیشت مستحکم کریں چنانچہ اس مقصد کے لیے دنیا میں باقاعدہ جنگوں کے سلسلے شروع ہیں۔ عراق امریکہ جنگ کا ایک اہم پہلو بھی معاشی اجارہ داری کا قیام ہے۔

عربوں کا روایتی عدم اتحاد جسے مغربی طاقتیں جو عربوں کے تیل کی فراہمی پر اپنا کنٹرول رکھنے میں دلچسپی رکھتی ہیں جان بوجھ کر بڑھاتی ہیں۔ (۶۸)

مالیاتی کنٹرول کا حصول بھی اقتصادی دہشت گردی کا ایک حصہ ہے پوری دنیا کو مالی شکنجے میں کس کر اپنا غلام بنانا ہے تا کہ پھران سے مرضی کے کام لیے جا سکیں۔ کریڈٹ کارڈ کا اجراء، ناپسندیدہ افراد اور ادارے چاہے وہ دینی ہو یا دنیوی کے اکاؤنٹ منجمد کر کے اور دوسری حکومتوں پر دباؤ ڈال کر اس طرح کے کام کروانا دراصل امریکہ اقتصادی دہشت گردی کو فروغ دے رہا ہے۔ اس کا اصل مقصد اپنی بالادستی ہے اور ایسی بالادستی جس کے آگے کسی کو بھی آواز اٹھانے کی طاقت نہ ہو۔

آئی ایم ایف بھی اس مالیاتی دہشت گردی کا ایک مہرہ ہے۔ آئی ایم ایف دنیا کے ۷۵ ممالک کے معاشی اور اقتصادی فیصلے کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان ممالک میں مغربی دنیا کے خلاف شدید نفرت پیدا ہو رہی ہے۔ پاکستان ۸۸ تک آئی ایم ایف کے دامن کا اسیر نہ تھا۔ اس وقت صورتحال یہ تھی کہ ہماری مجموعی پیداوار کی شرح ترقی ۶ء۳ فیصد سالانہ تھی۔ غربت کی شرح ۱۷ فیصد، سرمایہ کاری کی شرح تقریباً ۱۸ فیصد اور صنعتی شرح نمو تقریباً ۱۱ فیصد تھی۔ مگر جب معیشت کو آئی ایم ایف نے ''سہارا'' دیا تو یہ صورتحال ہوگئی کہ سالانہ شرح ترقی ۴ فیصد، غربت کی شرح ۳۴ فیصد، سرمایہ کاری کی شرح ۱۵ فیصد اور صنعتی شرح نمو ۲ فیصد پر آ گئی (۶۹)

معاشی بالادستی قائم کرنے کے لیے ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ کسی بھی ملک کو برداشت نہیں کہ دوسرے ملک کی معیشت سنبھل جائے۔

آج مغرب کی انسانی حقوق، تہذیب وتمدن، برداشت اور رواداری کی علمبردار دنیا فکری جمود وانتہاء پسندی عدم برداشت اور اسلام دشمنی کے موروثی نظریات کے تحت دوہرا معیار قائم کیے ہوئے ہیں۔ جب ایک قوم ساری دنیا کے نظام کو یکساں شکل دینے کی ذمہ داری سنبھال لے تو یہ دوسروں کو اپنے خلاف متحد ہونے کی دعوت ہے۔ ایک ایسی دنیا میں جہاں اس کا امکان ہے کہ جوہری اسلحہ صدی کے اختتام سے پہلے وسیع پیمانے پر تقسیم ہو، یہ امریکی عوام کی قومی سلامتی کے لیے کوئی خوش کن راستہ نہیں ہے۔

امریکی یونیورسٹی میں سیاسیات کے پروفیسر ٹونی اسمتھ کہتے ہیں ''امریکی طرز حیات ، اقدار اور اداروں کو روبہ عمل لانے کی کوشش ناکامی کا اندیشہ ہے۔ اس لیے نہیں کہ امریکی طاقت محدود ہے بلکہ اس لیے کہ بڑے پیمانے پر اس کا استعمال بھی ان عقائد اور طریقوں میں

اصلاح نہ کر سکے گا جو بنیادی طور پر امریکی طریقہ کے مخالف ہے ۔ چین، مسلم دنیا یا روس کا امریکی مطالبوں کے آگے سپر ڈالنے کے لیے آمادہ ہونے کا آخر کیا امکان ہے؟(۷۰)

کالیمر جانسن کہتا ہے کہ ''امریکی افسران اور میڈیا عراق اور شمالی کوریا جیسی سرکش ریاستوں کے بارے میں بہت کچھ کہتے ہیں لیکن ہمیں خود اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے کہ کہیں امریکہ خود تو ایک سرکش سپر پاور نہیں بن گئی ۔(۷۱)

سترہویں اور اٹھارہوں صدی تک یورپ میں بادشاہوں کے خلاف بغاوت کرنے والوں نے بھی چھوٹی موٹی دہشت گردی کی کاروائیاں کیں جن میں مسلمان کہیں ملوث نہیں تھے ۔ امریکہ میں ابھرنے والی مزدوروں کی تحریک ملی گرے نے ۱۸۷۰ء سے ۱۹۱۰ء تک دہشت گردی کی بڑی کاروائیاں کیں ۔

۱۸۸۶ء میں تاریخ کا پہلا بم دھماکہ ۱۹۰۵ء میں گورنر اسٹان برگ کا قتل، ۱۹۱۰ء میں لاس اینجلس ٹائمنر بلڈنگ میں بم دھماکہ اس کی مثالیں ہیں ۔ اس عرصے میں زار روس کے خلاف مارزوف کی سربراہی میں بننے والی تنظیم Noro da Naya Volv نے دہشت گردی کی بڑی کاروائیاں کیں ۔ ۱۹۰۱ء میں بننے والی ایک اور روسی تنظیم Boevaya نے سرکاری وزراء کے قتل سمیت متعدد کاروائیاں کیں ۔ ۱۹۰۱ء سے ۱۹۱۱ء تک اس تنظیم نے ۲۰۰ سے زیادہ بڑی کاروائیاں کیں ۔ جن میں روسی گورنروں اور بوسنگی، بگڑ والوچ، وزیر داخلہ بلیف کے قتل سمیت اوپیرا ہاؤس پر حملہ بھی شامل ہے ۔ ۱۸۹۰ء سے ۱۹۱۴ء تک یورپ میں بھی دہشت گردی عروج پر رہی ۔ ۱۸۸۱ء میں بننے والی انارکسٹ انٹرنیشنل نے ۱۸۹۳ء میں فرانس کے رہائشی گھروں کو بم سے اڑا دیا ۔ یہاں اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہوگا کہ فدائی حملوں کی بنیاد بھی ۱۸۹۴ء میں اسی تنظیم نے چیمبر آف ڈیٹز میں خودکش بم دھماکے سے ڈالی ۔ فرانسیسی صدر کارنٹ اور اسپین کے وزیر اعظم انتونیو کارنواس، آسٹریلیا کی فرمانروا ملکہ الزبتھ، اٹلی کے بادشاہ امرتو دہشت گردی کی کاروائیوں کی بھینٹ چڑھے ۔ چین میں جوئے بازوں اور اسمگلروں کی سرپرستی میں بننے والی Boxer Relelliom نامی تنظیم دہشت گردی کی کاروائیاں کیں ۔(۷۲)

امریکہ نے خود ۱۳۰ ممالک میں مختلف اوقات میں مداخلت کی ۔(۷۳) عبدالمجید

ساجد نے (۷۴)، ماہنامہ ساحل نے (۷۵) ولیم بیلم نے اپنی کتاب روگ سٹیٹ (۷۶) اور نوم چومسکی نے (۷۸) اپنی کتاب میں امریکی دہشت گردی اور مختلف ممالک میں مداخلت کی ۱۸۸۹ء تا ۲۰۰۳ء تک مکمل فہرست پیش کی ہے جس پڑھنے کی بعد نوم چومسکی کے الفاظ بالکل صحیح معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ امریکہ دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ملک ہے ۔(۷۹)۔ امریکہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا واحد رکن ہے جس نے تنہا دو تہائی قرارداد یں ویٹو کیں ۔ باقی کا پچاس فیصد برطانیہ نے استعمال کیا (دونوں ممالک نے ۸۰ فیصد ویٹوز استعمال کیے ۔(۸۰) گویا انہوں نے ہمیشہ دیگر اقوام سے طاقت کی زبان میں بات کی ہے، مساوات کی بنیاد پر نہیں یہی وجہ ہے کہ امریکہ کی دہشت گردی کے جواب میں دنیا بھر میں دہشت گردی کی لہر چل پڑی ہے ۔ اس نظام کی ناکامی کا اس سے بڑھ کر بھلا اور کیا ثبوت چاہیے لیکن امریکہ صدر و اسٹیبلشمنٹ آج بھی اپنی عوام کو غلط رہنمائی کر رہے ہیں جس کا ثبوت جارج بش کا یہ بیان ہے:

Americans are asking why do they (terrorists) hat us they hate what we see right here in the chamber, a democratically elected government. Their leaders are self-appointed. they hate freedom, our freedom of religion, our freedom of speech, our freedom to vote and assemble and disagree with each other.(81).

ولیم بیلم کے بقول خود امریکہ دہشت گردوں کی جنت کہلاتا ہے ۔ امریکہ میں جو دہشت گرد تنظیمیں موجود ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں (۱) آرین نیشنز Aryan Nations (۲) بلیک لبریشن Black Liberation Army (۳) کرسچن پیٹریوٹس ڈیفنس لیگ Christian Patriots Defence League (۴) کوویننٹ دی سورڈ اور آرم آف لارڈ C.S.A (۵) جیوش ڈیفنس لیگ Jwesh Defence League (۶) کوکلس کلان Kukluxklan (۷) میچیٹروس Macheteros (۸) موو Move (۹) نیو نازی Noe Nazi (۱۰) نیو ورلڈ لبریشن فرنٹ New World Liberation Front (۱۱) اومیگا Omega (۱۲) دی آرڈر The Order (۱۳) پوسے کومیٹیٹس Posse Comititus (۱۴) پورٹو ریکن آرمڈ فورسز آف دی ریوولوشن Puerto Riccan Armed Forcess the

(۱۵)Revolution اسکن ہیڈز Skin Heads (۱۶) سیمبیو نیز لبریشن Sembionese Liberation Army (۱۷) یونائیٹڈ فریڈم فرنٹ United Freedom Front (۱۸) ویدر انڈر گراؤنڈ Weather Under ground (۸۲)

گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ سے دنیا کی تاریخ تبدیل ہوگئی ہے امریکہ کے خلاف پہلی بار اسلحہ اٹھایا گیا۔ یقیناً گیارہ ستمبر کا حملہ ایک ظالمانہ اقدام تھا لیکن غیر معمولی ہرگز نہیں تھا۔ برسوں سے دنیا اس سے کہیں زیادہ مظالم کا سامنا کررہی ہے۔ امریکہ اور یورپ جسے چاہیں حملوں کا نشانہ بنائیں مگر وہ چاہتے تھے کوئی ان پر حملہ نہ کرے یہ امریکی تاریخ کا پہلا واقعہ ہے کہ بندوقیں ان کی سمت سیدھی کی گئی ہیں۔ یقیناً یہ تاریخ کا ایک ڈرامائی موڑ ہے۔ (۸۳)

بوسنیا، لبنان، افغانستان، کشمیر، فلسطین، عراق، چیچنیا، اور دنیا کے دیگر خطوں میں مسلمانوں کا لہو کتنا ارزاں ہے۔ بین الاقوامی دہشت گردی، فرقہ واریت اور اسلحہ کی دوڑ انتہا پسندی کی ہی قبیح شکلیں ہیں۔ قومی اور بین الاقوامی سطح پر انتہا پسندی کا رجحان لاقانونیت اور انارکی کا سبب بنتا ہے۔

مغربی دنیا نے ۱۴ اگست ۱۹۱۴ء کو جنگ عظیم اول کا میدان گرم کیا۔ جو بعد ازاں ۱۵۵۶ دنوں تک جاری رہی جس میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد تقریباً ۹ ملین، شدید زخمی ہونے والوں کی تعداد ۲۲ ملین، اپاہج اور معذور ہوجانے والوں کی تعداد ۲۵ ملین بتائی جاتی ہیں۔ اس جنگ پر ہونے والے اخراجات سے بلجیم، روس، امریکہ، جرمنی، کینیڈا اور آسٹریلیا کے مکینوں کے لیے تمام آسائشوں اور لوازمات کے ساتھ ایک مکان بنایا جاسکتا ہے۔ (۸۴)

جبکہ دوسری عالمی جنگ میں ۳۵ ملین انسان ہلاک ہوئے، ۲۰ ملین ہاتھ پاؤں سے معذور ہوئے، ۱۷ ملین لیٹر خون زمین پر بہایا گیا۔ ۱۲ ملین حمل ساقط ہوئے، ۱۳ ہزار پرائمری، سیکنڈری اسکول، ۶ ہزار یونیورسٹیاں، ۸ ہزار لیبارٹریاں ویران و برباد ہوگئیں۔ (۸۵) امریکہ اور جاپان کی جنگ ۱۹۴۵ء میں امریکہ کی طرف سے جاپان اور دو چھوٹے بم گرائے گئے جس سے ہیروشیما میں ۷۰ ہزار افراد ناگاسا میں ۴۰ ہزار افراد ہلاک ہوئے اور اتنے ہی زخم ہوئے۔ (۸۶)

امریکن نیشنل سیکورٹی کونسل کی رپورٹ میں اسلام کے تیزی سے مقبول ہوتے

ہوئے رجحانات اور اسلام پسند تحریکوں کے بڑھتے ہوئے اثر ونفوذ پر بھی خصوصیات کے ساتھ گہری تشویش کا اظہار کیا گیا ہے اوران کی موثر روک تھام کے لئے درج ذیل اقدامات تجویز کئے گئے ہیں۔

۱۔ مسلمانوں کو آپس کے جھگڑوں اور اختلافات میں مصروف رکھا جائے گا۔ تاکہ وہ کوئی بڑی قوت نہ بن سکیں اور امریکی مفادات کے خلاف ان کی مزاحمت تقویت نہ پکڑ سکے۔

۲۔ ان ریاستوں کی حکومتیں تبدیل کروادی جائیں گی جو نفاذ اسلام کے لئے سنجیدگی سے کوشش کر رہی ہیں۔ جن حکومتوں نے اسلام نافذ کرنے کی ابتدا کر دی ہے انہیں شرعی قوانین کے نفاذ سے روک دیا جائے گا اور شرعی قوانین کو بھی تبدیل کر دیا جائے گا۔

۳۔ موثر مشائخ اور علماء کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے رائے عامہ کو متاثر کرنے کا موقع فراہم نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ اسلام پسند عناصر (بنیاد پرستوں) کو کسی ملک میں بھی تعلیمی اداروں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوام تک رسائی حاصل کرنے اور رائے عامہ ہموار کرنے کا موقع فراہم نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ خلیجی ریاستوں میں مسلمانوں کو روزگار کے مواقع فراہم نہیں کئے جائیں گے بلکہ یہ افرادی قوت فلپائن، سری لنکا اور تھائی لینڈ سے حاصل کی جائے گی۔ ان لوگوں کے ذریعے خلیجی ریاستوں کی تہذیب وثقافت تبدیل کر دی جائے گی۔ اسلامی اقدار اور اسلامی رسومات کو ختم کر دیا جائے گا۔ وہاں پاکستان اور بنگلہ دیش کے افراد کو روز گار پر مکمل پابندی لگا دی جائے گی۔

۶۔ تمام ممالک کے تعلیمی اور ثقافتی اداروں میں اصلاحات لائی جائیں گی۔ ذرائع ابلا غ کے پروگراموں کو وسعت دی جائے گی۔

۷۔ اسلام پسند عناصر اور اسلامی قیادت پر سختی سے نظر رکھی جائے گی۔

۸۔ وہ ممالک جو سوڈان اور پاکستان کی طرح اسلامی نظریات اور سوچ کے حامل ہوں

گے انہیں اختلافات اور مسائل میں مبتلا کر دیا جائے گا۔(۸۷)

مسائل کا حل اور آپ ﷺ کی تعلیمات

آپ ﷺ محبت اور رحمت کا پیکر عظیم تھے۔ آپ ﷺ کی رحمت وشفقت سب کے لیے یکساں تھی۔ آپ ﷺ کی رحمت صرف آپ ﷺ کی امت کے لیے نہ تھی بلکہ آپ ﷺ کافروں کے لیے بھی رحمت للعالمین تھے۔ سابقہ امتوں میں جو نبی مبعوث ہوئے وہ صرف ایک خاص قوم اور خاص مدت کے لیے تھے۔ ان کی تعلیمات کا تعلق اسی قوم اور اسی دور سے ہوتا تھا۔ مگر رسول اکرم ﷺ چونکہ تمام انسانیت اور تمام زمانوں کے لیے رسول بن کر آئے اس لیے آپ ﷺ کی تعلیمات میں اس قدر جامعیت ہے کہ قیامت تک کے انسان خواہ وہ کسی بھی قوم یا دور سے تعلق رکھتے ہوں ان تعلیمات سے رہبری حاصل کر سکتے ہیں۔

طلوع اسلام سے قبل جنگ وجدل، قتل وخون، انتہا پسندی اور جمود کی کئی مثالیں ہمیں نظر آتی ہیں۔ بقول ''ایام العرب کا ایک سلسلہ ہے جو خون کی موجوں کی طرح سارے جزیرہ میں پھیلا ہوا تھا۔(۸۸) عربوں کے دور جاہلیت میں جذبہ انتقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ عرب جو شراب پر جان دیتے تھے انتقام لینے سے قبل اپنے لیے شراب پینا حرام سمجھتے تھے(۸۹) اسلام نے عرب کے چرواہوں کو جو ظلم وستم کے عادی تھے انسان بنا دیا اور ان کے اندر رحم وکرم، حلم وتواضع پیدا کر دی۔ ان میں پریم کے جذبات پیدا کر دیئے یہ لوگ جاہل اور وحشی تھے مگر چند ہی روز میں ان کو حکمرانوں کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچا دیا۔(۹۰) ہر مذہب یہ چاہتا ہے کہ دوسرے مذاہب ختم ہو جائیں اور ان سب کی جگہ ان کا مذہب لے لیں اور ہر مذہب میں جبر وزبردستی داخل کرنا جائز ہے۔ لیکن اسلام اور داعی اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کا دامن ان دونوں چیزوں سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

لااکراہ فی الدین، قد تبین الرشد من الغی۔(۹۱)

دین اسلام میں زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔

آپ ﷺ نے تمام عمر سنیاس (رہبانیت) اختیار کرنے کا اپدیش (تلقین) بھی نہیں دیا بلکہ یہ کہا کہ اس دنیا میں رہو اسے برتو اور یہ بھی بتایا کہ دنیا میں رہنے کے زریں اصول

کیا ہیں اور یہاں رہ کر بھی ہمیں عزت اور شانتی کس طرح مل سکتی ہے۔(۹۲)

شریعت اسلامی دوسروں کے عقائد کے احترام کرتی ہے اور جبرو زبردستی سے عقائد کو دوسروں پر ٹھونسنے سے انکاری ہے جیسا کہ قرآن پاک میں رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا گیا ہے

افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین (۹۳)

اب کیا تو زبردستی کرے گے لوگوں پر کہ باایمان ہو جائیں۔

یہی وجہ ہے کہ مورخین پورے یقین کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے کسی قوم یا گروہ کو اسلام میں لانے کے لیے زبردستی نہیں کی۔ حالانکہ کئی صدیوں تک وہ دنیا کی سب سے طاقتور قوم تھے۔ زوبدتسوان اپنی کتاب ''تاریخ شارلکن'' اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

''مسلمانو وہ واحد قوم ہیں جنہوں نے دینی غیرت اور رواداری کی روح کو دوسرے مذاہب سے تعامل کے دوران پیش نظر رکھا، انہوں نے اپنے دین کی اشاعت کی شدید خواہش کے باوجود ان لوگوں کو آزاد چھوڑا جو اپنے دین کو چھوڑ کر اسلام قبول نہیں کرنا چاہتے تھے۔''(۹۴)

دور جدید میں عدل انصاف کا فقدان، منشیات کا استعمال، گداگری، سفارش، قحبہ گری، جرائم، قتل، اغواء برائے تاوان، رشوت کی لعنت، دولت کی نمائش، کلاشنکوف، دہشت گردی، جوا و شراب نوشی، اسراف وتبذیر، سودی کاروبار، نوجوان طبقے میں عریانی اور فحاشی کا فروغ، تشہیر ماڈرن خواتین کے نت نئے بدلتے فیشن اور جسموں کی نمائش، ویڈیو، سی ڈی پلیئر اور انٹرنیٹ کا ناجائز استعمال، طبقاتی کشمکش، معاشرتی اونچ نیچ، بے روزگاری، منافقت، جھوٹ، ذخیرہ اندوزی، پتنگ بازی، آتش بازی بالخصوص شادیوں اور شب برات کے موقعوں پر، تعلیم برائے فیشن، مہنگے اسکولوں میں بچوں کو داخل کرانا، موت کی فضول رسمیں، اتحاد کا فقدان، معاشرے میں غیبت کی کثرت اور فرقہ واریت یہ وہ معاشرتی اور سماجی برائیاں و مسائل ہیں جن سے آج پورا عالم دوچار ہے۔

حضرت محمد ﷺ کا پیغام عالمگیر اور آفاقی ہے۔ تعلیمات نبوی ﷺ میں ہمیں تمام

انسانیت کے مسائل کا حل ملتا ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات آفاقی تعلیمات ہیں جو پورے عالم کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر فوقیت کی نفی کرتا ہے۔ یہ ایک ایسے معاشرہ اور ایسے نظام حکمران کو تشکیل دیتا ہے جس میں امیر غریب' کالا گورا' سب کے سب آپس میں بھائی ہیں اور مساوی حقوق کے حامل ہیں اگر ان میں کوئی برتری رکھتا ہے تو صرف اور صرف تقویٰ کی بنیاد پر چاہے وہ امتیاز کسی کالے کو ہی کو کیوں نہ حاصل ہو۔

تہذیب مغربی آج اس واسطے دم توڑ رہی ہے کہ اس کے علمبرداروں نے قدرت کے خلاف بغاوت کی اس کی چمن بندی میں خلل ڈالا اس تہذیب کا سب سے زیادہ تباہ کن پہلو یہ ہے کہ اس نے روح و بدن میں افتراق پیدا کر دیا۔ حالانکہ انسان کی کامل شخصیت روح و بدن کی تالیف و امتزاج سے عبارت ہے ان کے متوازی نشو ونما سے بڑھتی ہے اور ثمر ور ہوتی ہے۔ عیسائیت نے بھی یہی غلطی کی اس نے رہبانیت کے تیشے سے جسم کو گھائل کیا تا کہ روح پیدا ہو مگر اس غیر طبعی تعلیم کا وہی نتیجہ ہوا جو ہونا چاہیے یعنی روح کی شمع بھی افسردہ ہو کر رہ گئی اور اہل کلیسا میں مزاج خانقاہی پیدا ہو گیا جس سے خود حاسہ مذہب مجروح ہو گیا۔

اسلامی معاشرہ باہمی خیر وفلاح کا نظام دیتا ہے۔ اسلامی ہمدردی اور ایثار کا حکم دیتا ہے۔ مغربی دنیا جو حقوق انسانی کی نقیب بننے کی کوشش کر رہی ہے بوسنیا' روانڈا' افغانستان اور کشمیر میں انسانی خون کی ہولی کھیلتی ہوئی دیکھ رہی ہے اور خاموش ہے۔ مغربی دنیا جانوروں سے بے حد محبت کرتی ہے اور جانوروں کے آرام کے لیے کئی کلب کھول رکھ رہے ہیں مگر بوسنیا میں مسلمانوں کی تذلیل اور قتل عام کا ان پر اثر تک نہیں ہوتا۔ مغربی تہذیب غالب تہذیب ہے اس لیے مسلم امہ اس تہذیب کی بھونڈی تقلید کرتی ہوئی نظر آ رہی ہے اور اس عمل میں اپنی کردار کشی کر رہی ہے۔ مغربی دنیا میں خاندان کا ادارہ تباہی کے کنارے پر پہنچ چکا ہے ہم نے ان کی تقلید کر کے بھلا کیا سیکھا ہے؟

ان حالات میں اتباع رسول ﷺ میں ہی ہماری نجات ہے۔ نیک اور صالح مائیں ان سماجی اور معاشرتی برائیوں کے خلاف اولاد میں نفرت پیدا کر سکتی ہیں۔ اسلام نظام کا نفاذ ہی ہماری کامیابی کا راز ہے۔ اسلامی معاشرہ بڑی تیزی کے ساتھ زوال پذیر ہو رہا۔ آپ ﷺ نے خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر فرمایا:

یـاایها الناس! انی قد ترکت فیکم ما ان اعتصمتم فلن تضلو ا ابداً ؛ کتاب اللہ ' وسنته نبیه ﷺ (۹۵)

اے لوگو! میں تمہارے پاس ایسی چیز چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت۔

''رہنمائے کارواں انسانیت ﷺ کی سیرت ضیاء میں انسانیت کے اضمحلال اور تھکان کا مداوا تلاش کریں'' (۹۶)

آپ ﷺ کی تربیت کا یہ اثر تھا کہ حضرت زینبؓ ام المساکین کہلائیں' حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی گود میں حضرت فاطمہؓ جیسی ہستیاں پرورش پاسکتی ہیں الیزبتھ ٹیلر کی گود میں محمد بن قاسم اور ٹیپو سلطان نہیں پل سکتے۔ معلم اعظم ﷺ ہی اخلاق اور حکمت کا سرچشمہ ہیں انہی کی اتباع میں ہماری نجات ہے جن کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ:

ویعلمکم الکتب والحکمته و یعلمکم مالم تکونو تعلمو.

تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ تمھیں باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔ (۹۷)

مذہبی انتہا پسندی وفکری جمود کے رجحانات کا خاتمہ:

خاتم النبیین، سید المرسلین، رحمت للعالمین ﷺ نبی رحمت ہیں۔ آپ ﷺ کی پوری حیات مقدسہ اور سیرت طیبہ عفوودرگزر، رحمت ورافت اور مثالی مذہبی رواداری سے عبارت ہے۔ انسانیت کے محسن اعظم، ہادی عالم، رحمت مجسم، حضرت محمد ﷺ نے غیر مسلم اقوام اور اقلیتوں کے لیے مراعات، آزادی اور مذہبی رواداری پر مبنی ہدایات اور عملی اقدامات تاریخ انسانی کے اس تاریک دور میں روا فرمائے کہ جب لوگ مذہبی آزادی ورواداری سے ناآشنا تھے اور مذہبی آزادی ورواداری کے مفہوم وتصور سے انسانی ذہن خالی تھا۔ (۹۸) بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ کرہ ارض پر ہماری کامیابی کا راز تعلیمات نبوی ﷺ میں مضمر ہے۔ جب تک ہم اپنے سفر کا آغاز ''منھاج النبوۃ'' کی روشنی میں نہ کریں تو ہماری کامیابی ممکن نہیں

بلکہ ناکامی قطعی اور یقینی ہے۔ ہمیں بغیر لیت و لعل کے یہ حقیقت تسلیم کرنی ہوگی کہ تعلیمات نبوی ﷺ کے سوا ہمارا اور کوئی چارہ نہیں۔ (۹۹) ساتویں صدی عیسوی کے اوائل میں مذاہب کے دو عالمی مرکز اور سپر پاور ساسانی اور بازنطینی حکومتوں کا مذہبی عدم رواداری کے حوالہ سے کردار مشہور یورپین مصنف ایچ جی ویلس (H.G.Wells) کے مطابق

''اب دنیا میں انسانوں کا کوئی ایسا طبقہ باقی نہیں رہا تھا جو زمانہ قدیم کے شرفاء کی طرح جرأت اور آزادی خیالی کا حامی ہوتا اور قدماء کی تحریروں کی طرح تلاش و تحقیق یا جرات مندانہ اظہار خیال کا حامل ہوتا، اس طبقہ کے ختم ہونے کی خاص وجہ سیاسی اور سماجی افراتفری تھی۔ ساتھ ہی ایک وجہ اور بھی تھی جس کے باعث اس عہد میں انسانی ذہن کند اور بنجر ہو چکا تھا۔ ایران اور بازنطینہ دونوں مملکتیں ایک نئے انداز کی مذہبی حکومتیں تھیں جس میں آزادانہ اظہار خیال پر بھی کڑے پہرے بٹھائے دیئے گئے تھے۔ (۱۰۰)

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

''آغاز اسلام کے وقت مذہبی تعصب و جمود اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ ہر مذہب اپنے سوا باقی تمام مذاہب کو جھوٹے اور نجات کے لیے قطعی ناموافق سمجھتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ ستم ظریفی یہ تھی کہ اپنے مذہب کے اندر کسی اجنبی کو آنے کی بھی اجازت نہیں دیتا تھا۔ مذہب کو نسل اور پیدائش سے محدود کر دینے کی خود غرضی ہٹ دھرمی یہودیوں میں بھی تھی اور ہندوستان میں بھی۔ بلکہ انجیل متی کی روایت پر اعتماد کیا جائے تو خود عیسیٰ علیہ السلام فرما چکے تھے کہ میں صرف اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے آیا ہوں۔ مجھے باقی دنیا سے تعلق نہیں، اور اپنے حواریوں یعنی فرستادوں اور مذہبی مبلغوں کو بھی حکم دیا تھا کہ وہ چار دانگ عالم میں تو جائیں لیکن وہ تبلیغ عیسائیت صرف اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں میں کریں۔ (۱۰۱) اس پر مستزاد تصور یہ تھا کہ عمل کو کوئی اہمیت نہیں۔ ہمارے ہم مذہبوں میں داخل رہنا ہی اتنا بڑا عمل ہے کہ وہ نجات ابدی کے لیے کافی ہے۔ (۱۰۲)

انسانی جان کے احترام کے بارے میں روشنی خیالی اور اعتدال پسندی

آج دنیا میں تحمل اور بردباری سے محرومی یعنی عدم برداشت انسانی معاشرے میں

ایک خطرناک رخ اختیار کرتی چلی جارہی ہے۔ اس کی وجہ سے وحشت اور دہشت کے سائے سنگین ہوتے جارہے ہیں۔ ہیجان خیزی اور شورش پسندی کے باعث کہیں مذہب کو بنیاد بنا کر اور کہیں سیاسی گروہ بندی کے حوالے سے تشدد کا رجحان فروغ پارہا ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر عزتیں لٹ جاتی ہیں اور انسانی جانیں ضائع ہوجاتی ہیں۔ مذہب سے بیگانگی اور دین سے دوری کے سبب لوگ راہ عمل کے بجائے راہ فرار اختیار کررہے ہیں۔ عدم برداشت اور تشدد پسندی کے حوالے سے مذہبی حلقے آج سب سے زیادہ عدم توزان کا شکار ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

> **لایومن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ (۱۰۳)**
>
> تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے کرتا ہے'' کوکوئی بھی معاشرہ حرزِ

جان بنالے تو وہ امن کا گہوارہ اور محبت کا گلستان بن جائے۔ ہر شخص اپنے لیے خوب صورت، اعلیٰ اور بہتر بات کو پسند کرتا ہے۔

رسول اکرم نے برداشت وتحمل، حلم و بردباری اور حوصلہ وصبر اختیار کرنے کی نہ صرف تعلیم دی ہے بلکہ اپنے اسوہ حسنہ کے ذریعے اس کی لازوال مثالیں قائم کی ہیں۔ لوگوں کی سخت کلامی، ان کا ناروا سلوک اور سخت ترین اذیت رسانی کے باوجود آپ ﷺ ان پر خفا نہ ہوتے۔ آپ ﷺ کی یہی قوت برداشت اور متانت آپ ﷺ کی صداقت کی بہت بڑی علامت ہے۔ اسی علامت کو دیکھ کر اور آزما کر یہود کا ایک بہت بڑا عالم زیدن بن سعنہ آپ ﷺ پر ایمان لایا اور اپنا آدھا مال صدقہ کردیا اور غزوہ تبوک میں شہید ہوگیا۔ (۱۰۴)

قرآن مجید اسی طرف اشارہ کررہا ہے:

> **فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم، ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک، فاعف عنھم واستغفرلھم (۱۰۵)**
>
> (اے پیغمبر ﷺ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے۔ ورنہ اگر کہیں تم تندخو اور سنگ دل ہوتے

تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے'' اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے کمال برداشت، کمال، حلم اور کمال عفو و درگزر کی تعریف فرمائی۔

عن ابی هریره قال، قالَ رسول الله ﷺ قالَ موسی بن عمران علیه السلام یا رب من اعز عبادک قالَ من اذا قدرَ غفرَ۔ (۱۰۶)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا پروردگار! آپ کے بندوں میں کون آپ کی بارگاہ میں زیادہ باعزت ہے؟ ارشاد فرمایا'' وہ بندے جو (قصوروار) پر قابو پانے کے بعد (اور سزا دینے کی قدرت رکھنے کے باوجود) اس کو معاف کر دیں

عن عبدالله بن عمرؓ قال جآء رجل الی النبی ﷺ فقال رسول الله ﷺ کم اغفر عن الخادم ؟ فصمت عنه النبی ﷺ ثم قال یا رسول الله ﷺ کم اغفر عن الخادم ؟ قال ''کل یوم سبعین مرة۔ (۱۰۷)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے خادم (غلام یا نوکر) کا قصور کتنی دفعہ معاف کر دوں؟ آپ ﷺ نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہے اس نے وہی عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے خادم (غلام یا نوکر) کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' ہر روز ستر دفعہ''

رحمدلی ایک اعلیٰ اخلاقی صفت ہے۔ اسی رحمدلی کی ایک شاخ مجرم اور قصوروار کو معاف کر دینا اور قدرت رکھنے کے باوجود انتقام نہ لینا ہے۔ عفو و درگزر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص ناموں میں سے عفو و درگزر کرنے والا، غافر اور غفار (معاف

کرنے والا) ہیں۔

وھو الذی یقبل التوبة عن عبادہ و یعفوا عن السیات (۱۰۸)

اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور برائیوں کو معاف کرتا ہے

آپ ﷺ نے اپنی امت کو عفو و درگزر کی تعلیم دی ہے۔ مذکورہ بالا احادیث میں بھی آپ کی یہی تعلیم واضح ہو رہی ہے۔ ایک اور حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ ''مجھے میرے رب نے نو باتوں کا خاص طور سے حکم فرمایا ہے اور ان میں سے ایک بات آپ نے یہ ذکر فرمائی کہ ''والعدل فی الرضا والغضب (۱۰۹) ترجمہ ''اور غضب اور رضا دونوں حالتوں میں انصاف کروں۔'' نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے بیان کیا

یا محمد ان اللہ یامرک ان تصل من قطعک و تعطی من حرمک و تعفو عمن ظلمک۔ (۱۱۰)

اے محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ جو آپ سے قطع رحمی کرے اس سے آپ صلہ رحمی کریں جو آپ کو محروم رکھے اس کو آپ عطا کریں اور جو آپ پر ظلم کرے اس سے آپ ﷺ عفو و درگزر کریں۔ صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

آپ کی سیرت کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ اپنے معاملات میں اسی ارشاد پر عمل فرمایا اور اپنے بڑے بڑے دشمنوں کی خطائیں بھی معاف فرمادیں۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ آپ کا یہ طرز عمل ذاتی اور نجی حقوق و معاملات کے معاملہ میں تھا لیکن وہ جرائم جن کا تعلق حدود اللہ سے تھا اور جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سزا مقرر کی گئی تھی اگر کوئی شخص اس حد کو توڑتا تھا تو آپ ﷺ اس کو ضرور سزا دیتے تھے کیونکہ اس کی سزا معاف کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے معاملے میں جو طرز عمل اختیار فرمایا وہ بھی عفو و درگزر کی اعلیٰ مثال ہے۔ اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے طرز عمل سے عفو و درگزر کی ایک اعلیٰ مثال قائم فرمائی اور اسی مثال کا اعادہ نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن قریش کے ان سرغنوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا جو برابر آپ ﷺ

کی دشمنی میں سرگرم رہے تھے۔(۱۱۱)

جب آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا تو آپ ﷺ ظالموں سے ایک ایک ظلم کا بدلہ لے سکتے تھے۔اس کے باوجود رحمت عالم ﷺ نے عفوو درگزر کا وہ نمونہ پیش کیا جس کی مثال پوری انسانی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ جب یہ لوگ آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے سوال کیا تم جانتے ہوئے کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟ وہ بولے آپ شریف بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔آپ ﷺ نے پیغمبرانہ جلال کے ساتھ سب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں تم سے وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی کہ

لاتثریب علیکم الیوم یغفراللہ لکم و ھو ارحم الرحمین اذھبوا فانتم الطلقآء۔(۱۱۲)

آج تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تعالیٰ تمھارے سارے گناہوں کو معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے جاؤ چلے جاؤ میری طرف سے تم آزاد ہو۔

دشمنوں سے انتقام لینا انسانی فطرت کا تقاضا ہے اور بالخصوص ان لوگوں سے جنہوں نے گھر چھین لیا ہو، زمین تنگ کردی ہو، وطن چھوڑنے پر مجبور کردیا ہو، پیاروں کا خون کیا ہو، لیکن فتح یاب ہوکر برداشت، تحمل اور عفوودرگزرسے کام لیکر خون کے پیاسوں کو معافی نامہ دے کر تاریخ عالم پر ''رحمت عالم'' کا نقش دوام ثبت فرمادیا۔سعد بن عبادہ کی طرف سے جب یہ آواز آئی ''الیوم یوم الملحمۃ '' یعنی آج کا دن قتل وغارت کا دن ہے،تو نبی مکرم ﷺ نے فرمایا سعد نے غلط کہا

الیوم یوم المرحمۃ

آج کا دن رحمت کا دن ہے(۱۱۳)

عرب اپنے بھائیوں کا خون بہانا ایک معمولی بات سمجھتے تھے،مگر حضرت محمد ﷺ کی تعلیم سے ایسے دیالو(رحمدل) ہوگئے کہ دنیا کی کھوئی ہوئی سلامتی اور اس کا امن دوبارہ قائم ہوگیا اور خود بھی شانتی (امن) کے محافظ بن گئے۔(۱۱۴)

حضرت محمد ﷺ رحمدل بھی تھے اور سخت بھی۔ اگر ایک غریب پریشان حال یتیم کو دیکھتے تو آپ ﷺ کو رحم آ جاتا مگر ظالم اور امن کے دشمن کا مقابلہ پر وہ سختی سے کام لیتے۔ اس وقت آپ ﷺ کے پاس ظالم کے لیے رحم نہ ہوتا۔ ایشور نے ہردے (قلب) کو پوتر (پاکیزہ) بنایا تھا۔ وہ بہت دیالو (رحمدل) تھے۔ پرنتو (مگر) انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ وہ عرب کے فاتح اعظم تھے مگر مفتوح اقوام کے لیے پیغام رحم و کرم تھے۔ جن لوگوں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں پر ظلم کیا تھا، اگر آپ ﷺ چاہتے تو ان کو سولی پر چڑھوا دیتے لیکن آپ ﷺ نے ان کی ساری برائیاں معاف کر دیں اور ان سے انتقام نہیں لیا۔ یہ ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے جس کی مجھے نظیر نہیں ملتی۔ (۱۱۵) اسلامی تعلیمات مخلوق خدا پر رحم کی ترغیب دیتی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ ''رحم کرنے والوں پر رحم کیا جاتا ہے تم زمین پر رحم کرآسمان والا تم پر رحم کرے گا (۱۱۶) اور ایسا نہ کرنے والوں کو خدا کی رحمت سے محروم قرار دیتی ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا'' (۱۱۷)

یہ تعلیمات صرف انسانوں کی ہی نہیں بلکہ ہر ذی روح کی ناحق کو ایذا رسانی سے منع کرتی ہے اور انسانوں کو اس کے لیے اللہ پاس جواب دہ ٹھہراتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص کی چڑیا یا کسی جانور کا ناحق قتل کرے تو وہ اس سے متعلق اللہ کے پاس جواب دہ ہوگا عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ اس کا کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا حق یہ ہے کہ اسے کھانے کے لیے ذبح کرے اس کا سر جدا کر کے اس پھینک نہ دے''۔ (۱۱۸) اسلام کی تعلیمات پوری نبی نوع انسان کو اللہ کا کنبہ قرار دیتے ہوئے مخلوق خدا کے ساتھ احسان و شفقت کو لازم ٹھہراتی ہے۔ (۱۱۹) آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''پوری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا محبوب ترین شخص وہ ہے جو اس کے اس کنبے ساتھ احسان کا برتاؤ کرے۔ (۱۲۰)

انسانی تمدن کی بنیاد جس قانون پر قائم ہے اس کی سب سے پہلی دفعہ یہ ہے کہ انسان کی جان اور اس کا خون محترم ہے۔ انسان کے تمدنی حقوق میں اولین حق زندہ رہنے کا حق ہے۔ اور اس کے تمدنی فرائض میں اولین فرض زندہ رہنے کا دینے کا فرض ہے۔ دنیا کی جتنی بھی شریعتیں اور مہذب قوانین ہیں ان سب میں احترام نفس کا یہ اخلاقی اصول ضرور موجود

ہے جس قانون اور مذہب میں اسے تسلیم نہ کیا گیا ہو وہ نہ تو مہذب انسانوں کا مذہب و قانون بن سکتا ہے نہ اس کے ماتحت رہ کر کوئی انسانی جماعت پُر امن زندگی بسر کر سکتی ہے نہ اسے کوئی فروغ حاصل ہو سکتا ہے۔ ہر شخص کی عقل خود سمجھ سکتی ہے کہ اگر انسان کی جان کی کوئی قیمت نہ ہو تو اس کا کوئی احترام نہ ہو، اس کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہ ہو، تو چار آدمی کیسے مل کر رہ سکتے ہیں ان میں کس طرح باہم کاروبار ہو سکتا ہے۔(۱۲۱)

احترام نفس کی جیسی صحیح اور مؤثر تعلیم اسلام میں دی گئی ہے وہ کسی دوسرے مذہب میں ملنی مشکل ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ مختلف پیرایوں سے اس تعلیم کو دل نشین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے

لایقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلک یلق اثاماً۔ (۱۲۲)

وہ اس جان کو جسے اللہ نے محترم قرار دیا ہے بغیر حق کے ہلاک نہیں کرتے اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ کیے کی سزا پائے گا"

آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ

کل المسلم علی المسلم حرام دمہ و مالہ و عرضہ (۱۲۳)

ہر مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت

اسلام کسی ایک شخص کی جان بچانے کو پوری انسانیت کی جان بچانے اور کسی ایک شخص کی ہلاکت کو پوری انسانیت کی ہلاکت سے تشبیہہ دے کر ایک طرف احترام انسانیت، تحفظ انسانیت اور بقائے انسان کی ضمن میں اپنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کر رہا ہے اور دوسری طرف انسانوں کو باہمی تعامل میں کسی بھی طرح انسانیت کش سوچ اور سفاکانے رویے کو انتہائی واضح اور غیر مبہم الفاظ میں مسترد کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "جس انسان نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین پر فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی زندگی بچالی تو اس نے تمام انسانوں ک بچالیا (۱۲۴)

علامہ فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کسی ایک انسانی جان کے اتلاف کو پوری انسانیت کے قتل سے تشبیہہ دے دینا اس بھیانک جرم کی سنگینی اور شدت کو بہ ایں طور پر واضح کرنا ہے کہ جس طرح پوری انسانیت کا قتل ہر کے نزدیک ہولناک سنگین جرم ہے اسی طرح کسی ایک انسانی جان کا اتلاف بھی اسی قدر سنگین اور ہولناک جرم سمجھنا چاہیے۔'' (۱۲۵)

آج دنیا کے مہذب قوانین میں حرمت نفس کو جو درجہ حاصل ہوا ہے وہ اس انقلاب کے نتائج میں سے ایک شاندار نتیجہ ہے جو اسلامی تعلیم نے دنیا کے اخلاقی ماحول میں برپا کیا تھا۔ ورنہ جس دور تاریک میں یہ تعلیم اتری تھی اس میں انسانی جان کی فی الحقیقت کوئی قیمت نہ تھی۔ عرب کی خونخواریوں کا نام تو اس سلسلہ میں دنیا نے بہت سنا ہے، مگر ان ممالک کی حالت بھی کچھ بہتر نہ تھی جو اس زمانہ میں دنیا کی تہذیب وشائستگی اور علم وحکمت کے مرکز بنے ہوئے تھے روم کے کولوسیم (Collosseum) کے افسانے اب تک تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں جس میں ہزاروں انسان شمشیر زنی (Gladiatory) کے کمالات اور رومی امراء کے شوق تماشا کی نذر ہو گئے۔

مہمانوں کی تفریح کے لیے یا دوستوں کی تواضع کے لیے غلاموں کو درندوں سے پھڑوا دینا یا جانوروں کی طرح ذبح کرا دینا، یا ان کے جلنے کا تماشا دیکھنا، یورپ اور ایشیا کے اکثر ممالک میں کوئی معیوب کام نہ تھا۔ قیدیوں اور غلاموں کو مختلف طریقوں سے عذاب دے دے کر مار ڈالنا اس عہد کا عام دستور تھا۔ جاہل خونخوار امراء سے گزر کر یونان وروما کے بڑے بڑے حکماء وفلاسفہ تک کے اجتہادات میں انسانی جانوں کو بے قصور ہلاک کرنے کی بہت سی وحشیانہ صورتیں جائز تھیں۔ یوناون وروما میں اسقاط حمل کوئی ناجائز فعل نہ تھا۔ باپ کو اپنی اولاد کے قتل کا پورا حق تھا اور رومی قونوں کو اپنے قانون کی اس خصوصیت پر فخر تھا کہ اس میں اولاد پر باپ کے اختیارات اس قدر غیر محدود ہیں۔ حکماء رواقیین (Stoics) کے نزدیک انسان کو خود اپنے آپ کو قتل کرنا کوئی برا کام نہ تھا۔ بلکہ ایسا باعزت فعل تھا کہ لوگ جلسے کر کے ان میں خود کشیاں کرتے تھے۔ حد یہ ہے کہ افلاطون جیسا حکیم بھی اسے کوئی بڑی معصیت نہ سمجھتا تھا۔ شوہر کے لیے اپنی بیوی کا قتل بالکل ایسا تھا جیسے وہ اپنے کسی پالتو جانور کو ذبح کر دے۔ اس لیے

قانونی یونان میں اس کی کوئی سزا نہ تھی۔ جیور رکھشا کا گہوارہ ہندوستان ان سب سے بڑھا ہوا تھا۔ یہاں مرد کی لاش پر زندہ عورت کو جلا دینا ایک جائز فعل تھا اور مذہباً اس کی تاکید تھی۔ شودر کی جان کوئی قیمت نہ رکھتی تھی اور صرف اس بنا پر کہ وہ غریب برہما کے پاؤں سے پیدا ہوا ہے اس کا خون برہمن کے لیے حلال تھا۔ وید کی آواز سن لینا شودر کے لیے اتنا بڑا گناہ تھا کہ اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسا ڈال کر اسے مار ڈالنا نہ صرف جائز تھا بلکہ ضروری تھا۔ ''جل پردا'' کی رسم عام تھی جس کے مطابق ماں باپ اپنے پہلے بچہ کو دریائے گنگا کی نذر کر دیتے تھے اور اس فسادات کو اپنے لیے موجبِ سعادت سمجھتے تھے۔ ایسے تاریک دور میں اسلام نے آواز بلند کی کہ لاتقتلو النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔ انسانی جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کو قتل نہ کرو مگر اس وقت جب کہ حق اس کے قتل کا مطالبہ کرے۔ (۱۲۶)

انسائیکلو پیڈیا بری ٹانکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ ''آپ ﷺ کی سیرت کا سب سے نمایاں پہلو جو ایک حیران کن متاثر کرنے والا تضاد یہ ہے کہ عظیم فتوحات کے باوجود محمد ﷺ کی انسانیت اور انسانیت نوازی میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔'' (۱۲۷)

عہد بنوی ﷺ کے آغاز پر عرب قبائل میں انتقام در انتقام کا سلسلہ تھا۔ ایران و یونان کی ہزار سالہ کشمکش بھی یہی بتاتی ہے۔ ہندوستان میں برہمنی اور بدھ مت کی کشاکش بھی ایسی ہی چیز تھی۔ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں پر ہر قسم کا ظلم و ستم روا رکھا۔ آپ ﷺ نے جب اصلاح کی بہی خوانہ دعوت دی تو اس کا جواب عربوں جسمانی اور روحانی تکالیف دے کر کر دیا۔ آپ ﷺ کو ملک بدر ہونے پر مجبور کیا گیا اور آپ ﷺ کے صحابہ کی جائیدادیں زبردستی چھین لی گئیں۔ مسلمانوں کو جلاوطن ہونے پر بھی چین نہ لینے دیا۔ بدر، احد، خندق اور روز افزوں شدت سے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کو فنا کرنے کے لیے دوڑے۔ جب برسوں کی غیر منقطع کشمکش کے بعد مسلمانوں نے مکہ پر قبضہ کر لیا تو کیا اس دور کے رواج کے مطابق مکہ میں قتل عام نامناسب تھا۔ کیا مکہ والوں کو پوری جائیداد کی ضبطی ناجائز ہوتی؟ مکہ والوں کو قیامت تک کے لیے غلام اور اچھوت دینے میں کیا زیادتی سمجھی جاتی؟ لیکن یہ سب کچھ کرنے کی بجائے آپ ﷺ نے انتقام در انتقام کے سلسلہ کو اس اعلان کے ساتھ بند کر دیا

الا کل شی من امر الجاھلیہ تحت قدمی موضوع وان کل

دم کان فی الجاهلیه موضوع۔ (۱۲۸)

”خبردار! دور جاہلیت کا سارا (ظالمانہ اور استحصالی) نظام میں نے اپنے پاؤں سے روند ڈالا۔ نظام جاہلیت کے سارے خون (قصاص، دیت اور انتقام) کالعدم قرار دیئے جاتے ہیں۔ اسی موقع پر آپ ﷺ اپنے خاندان میں ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون باطل بھی کیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ”آپ ﷺ نے تمام زندگی اپنے اوپر کی گئی زیادتی کا بدلہ نہیں لیا بجز اس کے خدائی حرمت کو پامال کیا گیا ہو پس اس صورت میں آپ ﷺ سختی سے مواخذہ فرماتے تھے۔“(۱۲۹)

عربوں میں بدلے کا دستور عام تھا، ایک خون ہو جاتا تو انتقام کا لامتناہی سلسلہ چھڑ جاتا ۔صرف عرب ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں خادموں اور غلاموں کے ساتھ حد درجہ برا سلوک کیا جاتا۔(۱۳۰) آپ ﷺ نے تمام زندگی اپنے اوپر کی گئی زیادتی کا بدلہ نہیں لیا، بجز اس کے کہ خدائی حرمت کو پامال کیا گیا ہو۔ پس اس صورت میں آپ ﷺ سختی سے مواخذہ فرماتے تھے۔(۱۳۱)

کہاں تک ہم سے لوگے انتقام فتح ایوبی
دکھاؤ گے ہمیں جنگ صلیبی کا سماں کب تک (علامہ شبلی نعمانی)

مذہبی وقومی روشن خیالی واعتدال پسندی کا اصول

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں کیا
زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

فرقہ بندی کے خلاف قرآن کا اعلان ہے کہ

واعتصمو ابحبل الله جمیعاً ولاتفرقو۔ (۱۳۲)

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ کرو

مسلمانوں میں تفرقہ اسی وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ دیں پھر عداوت، خودغرضی، حسد، کینہ اور بغض جیسی برائیاں جنم لیکر مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف کر دیتی ہے۔(۱۳۳)

بین الاقوامی عصبیتوں کو تو چھوڑیئے اگر طلوع اسلام کے وقت کی عربی عصبیتوں کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ کس طرح عدنانی اور قحطانی قبائل کا باہمی تعصب شدید تھا۔ پھر عدنانیوں میں مضر اور ربیعہ کی کشمکش تھی۔ پھر قریش اور غیر قریش کا فرق تھا۔ پھر قریش کے اندر بنو ہاشم اور بنو امیہ کی رقابتیں تھیں۔ اس کے علاوہ شہری اور بدوی کا جھگڑا الگ تھا۔ آج جو نفرت فلسطینیوں اور یہودیوں کے درمیان ہے یا ہندوؤں اور کشمیریوں کے درمیان ہے وہ اس نفرت کا مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جو قبل از اسلام عرب قبائل کے مابین تھی۔ ان حالات میں اسلام کا آغاز ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات تنگ نظریوں اور عصبیتوں کے خلاف ایک دوسری بلندی پر تھی۔ ان کے مطابق عرب وعجم، عدنان وقحطان وغیرہ سب کا ایک ہی خدا ہے۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور گورے کالے ہونے یا زبانوں اور وطنوں کا فرق رکھنے سے فطری مساوات میں کوئی فرق نہیں۔ اگر کوئی برتری ہے تو وہ صرف ہر ایک کے ذاتی اعمال واخلاق کے باعث ہے۔ (۱۳۴) آپ ﷺ نے فرمایا طاقتور وہ نہیں جو کسی دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ اصل طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت خود پر قابو رکھے۔ (۱۳۵) ''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تین باتوں سے خدا خوش ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کی رسی کو اتفاق سے پکڑو اور فرقوں میں نہ بٹو'' (۱۳۶)

رسول اللہ ﷺ نے عصبیتوں کے خاتمہ کے لیے عربوں کے تقریباً تمام اہم قبائل میں شادیاں کیں۔ اسوۂ رسول ﷺ کا اثر یہ ہوا کہ آقا وغلام، قریشی وغیر قریشی، عربی وعجمی، حبشی و رومی وایرانی ایک ہی صف میں شانہ بشانہ رہتے تھے اور قدیم جاہلی اختلافات کا ذرا سا بھی لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ دنیا میں ایک طرف انسان نے بھائی چارے کو اتنا بھلا دیا تھا کہ دوسرے بھائی کو چھونا تو درکنار اس کا سایہ بھی اپنے سائے پر پڑنے دینا گوارا نہ کرسکتا تھا۔ علم وعرفان کے متعلق اتنی خودغرضی تھی کہ کوئی اجنبی چھونا تو درکنار محض سن بھی لیتا تو سزا میں پگھلتا ہوا سیسہ اس کے کانوں میں ڈال کر اسے ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ انسان کے اصولی وفطری مساوات پر پرہیزگاری کے اکتسابی فضیلت وبرتری کے نئے نظریے نے وہ تمام مصنوعی اور انسان ساز بت ملیامیٹ کر دیئے جو اب بھی غیر اسلامی سماجوں میں موجود اور انسانوں میں نہ ختم ہونے والی تلخی اور فساد انگیزی پیدا کر رہے ہیں۔ (۱۳۷)

آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ جس اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا دنیا اس کی مثال کرنے سے قاصر ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمتہ للعالمین (۱۳۸) بنا کر بھیجا ہے۔ اسلام نے مکمل آزادی دی ہے جو چاہے اسلام قبول کرے جو چاہے کفر اختیار کرے (۱۳۹) آپ ﷺ نے امت مسلمہ کو بھی رواداری اختیار کرنے کا حکم دیا ہے

شجر ہے فرقہ آرائی، تعصب ہے ثمر اس کا
یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو (۱۴۰)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وعن عبداللہ بن مسعود قال، قال رسول اللہ ﷺ سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر (۱۴۱) پس رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں مختلف گروہوں کا ایک دوسرے کو گالی دینا اور پھر مسلمانوں کا آپس میں قتل کفر قرار دیا گیا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے ہر مسلمان کا دوسرا مسلمان پر حرام ہے اس کا مال اس کا خون اور اس کی عزت۔ (۱۴۲)

روشن خیال واعتدال پسند اسلامی معاشرہ

فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ نرم ومہربان ہے اور نرمی اور مہربانی کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نرمی پر وہ چیز دیتا ہے جو سختی پر نہیں دیتا اور نہ کسی اور چیز پر دیتا ہے۔ نرمی جس چیز میں ہو تو اس کو زینت دے گی اور جس چیز سے بھی اٹھ جائے گی اس کو بدنما اور عیب دار بنا دے گی۔ من یحرم الرفق یحرم الخیر کلہ۔ ترجمہ ''جو شخص نرمی سے خالی ہو گیا وہ ہر بھلائی سے خالی ہو گیا'' (۱۴۳) اسی طرح آپ ﷺ نے اس شخص پر آگ کو حرام قرار دیا جو لوگوں کے قریب ہو اور نرم اور آسان ہو۔ (۱۴۴)

مطلب یہ ہے کہ اسلام بات چیت اور معاملات میں سختی اور درشتی سے منع کرتا ہے بلکہ نرمی اور سہولت کا حکم دیتا ہے۔ آپ ﷺ کی نرم دلی کو اللہ نے اپنی رحمت قرار دیا ہے اور فرمایا کہ ''اگر آپ ﷺ سخت دل اور مزاج کے سخت ہوتے تو لوگ آپ ﷺ سے تتر بتر ہو جاتے۔ (۱۴۵) دور بنویا میں جب مسلمانوں کی ایک مختصر جماعت آپ ﷺ کی رہنمائی میں مکے سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچی تو آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کی مدد سے ایک اسلامی فلاحی ریاست اور معاشرہ قائم فرمایا۔ (۱۴۶)

یہ وہ فلاحی معاشرہ تھا جس کی نظیر آج تک ہمیں نہیں ملتی۔ اس معاشرہ میں ہمیں عدل وانصاف کا دور دورہ ملتا ہے۔ یہاں پر عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ محسن انسانیت نے فلاح انسانیت کے لیے بے بہا موتی نچھاور فرمائے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں خیر وفلاح کا مظاہرہ فرمایا۔

اگر ہم ناروے، سویڈن، ہالینڈ، جرمنی، سوئٹزرلینڈ اور برطانیہ جیسے ممالک کا مطالعہ کریں تو ہمیں اس بات کا کھوج ملتا ہے کہ ان ممالک نے فلاحی ریاستیں تو قائم کر دیں مگر وہ معاشرے میں پاکیزگی اور عفت کا نظام قائم کرنے میں ناکام رہے۔ جبکہ یہ کام رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور مبارک میں مکمل ہوگیا۔ آج کل کی جدید فلاحی ریاستوں میں جو نمایاں خدوخال ملتے ہیں وہ تصورات آج سے ۱۴۰۰ سال سے زیادہ عرصہ قبل ہمیں حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین نے دیئے۔ ایسا معاشرہ قائم ہوا جس کی بنیاد خیر سگالی، اخوت، موانست، مودت، خیر خواہی اور فلاح انسانیت پر رکھی گئی۔ حضرت عمرؓ نے تو دیوان عمر میں پیدا ہونے والے بچوں کا ان کی پیدائش سے قبل وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ ایسا تصور اب بھی یورپ کی کسی فلاحی ریاست میں نظر نہیں آتا۔

During his life as both religious leader and statesman, the Prophet Muhammad (peace be upon him) showed great sensitivity and respect in dealing with the People of the Book, the Jews and the Christians. In the true spirit of divine revelation, the Holy Quran, with which he had been entrusted, Prophet Muhammad forbade harming non-Muslims and asked Muslims to treat them well. He once said, He who harms a Jew or a Christian will find me his opponent on the Day of Judgment.(147)

ایک دفعہ قبیلہ قریش کی ایک بااثر عورت سے چوری سرزد ہوگئی۔ نبی پاک ﷺ نے اس عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ ایک صحابی نے اس عورت کی سفارش کرنا چاہی تو حضور ﷺ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے عدل وانصاف کا وہ فلسفہ پیش کیا جس کی تاریخ میں ہمیں نظیر نہیں ملتی۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم سے پہلی قومیں اسی لیے تباہ ہوئیں کہ جب ان میں سے

کوئی بااثر آدمی جرم کرتا تو وہ اثر ورسوخ کی وجہ سے سزا سے بچ جاتا تھا اللہ کی قسم اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ ؓ یہ جرم کرتی تو وہ بھی اس سزا سے نہ بچ سکتی'' (۱۴۸)

روشن خیال واعتدال پسند اسلامی وفلاحی معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ تمام عالم انسانیت تک اسلام کی دعوت پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بہترین امت قرار دیا ہے کیونکہ یہ امت لوگوں کی نفع رسانی کا فریضہ انجام دیتی ہے آج یہ عالم ہے کہ ہم نے اپنی قسمت کے فیصلے امریکہ اور یورپ کے سپرد کر رکھے ہیں اور خود ہاتھ پر ہاتھ دھرے اپنے مسلم بھائیوں کے کشت وخون کے مناظر دیکھ دیکھ کر نجانے کیا سوچ رہے ہیں۔ فلاحی انسانی معاشرے میں علم وحکمت کی ترویج نہایت ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو تمام علوم کا سرچشمہ قرار دے کر آپ ﷺ کو معلم انسانیت کے منصب پر سرفراز کیا۔ یہی وہ چیز تھی جس نے کم وبیش سات صدیوں تک مسلمانوں کو دنیا علمی امام بنائے رکھا۔ یہ وہ دور تھا جب یورپ کی دنیا تاریکیوں کے عہد سے گزر رہی تھی اور مسلمان سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ایجادات پر ایجادات کیے چلے جا رہے تھے۔ امن وامان کا قیام بھی فلاحی معاشرے کے لیے اہم اقدام ہے۔ سیرت طیبہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تمام عالم انسانیت کے لیے امن واخوت کے پیامبر بن کر آئے تھے۔

اسلامی معاشرہ میں معاشی روشن خیالی ورواداری

سودی نظام معیشت میں محنت کے مقابلے میں سرمایے کی افادیت کہیں زیادہ ہے اس لیے محنت کش اور کارکن طبقہ مسلسل غریب سے غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے اور سرمایہ دار مختلف طریقوں سے اس کی دولت ہتھیاتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح معاشی نظام مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔ معاشرہ میں دولت کی وہی حیثیت ہوتی ہے جو انسانی جسم میں خون کی اگر سارا خون دل میں جمع ہو جائے تو پورے اعضائے جسم مفلوج ہو جاتا ہے۔ بھاری ٹیکسوں کی ادائیگی کے خوف سے سرمایہ چھپانے کا رجحان بڑھتا ہے جس سے ملکی معیشت کمزور ہو جاتی ہے۔ (۱۴۹)

حضور نبی اکرم ﷺ نے سود کو استحصالی نظام قرار دے کر اسے کلیتہً مسترد بلکہ ختم کرنے کا اعلان فرمایا۔ حجتہ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

ان کل ربا موضوع و لکن کلم روس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون قضی اللہ انہ لاربا(۱۵۰)

بے شک آج سے ہر قسم کا سود (اور سارا سودی نظام) منسوخ کیا جاتا ہے تم راس المال کے سوا نہ کچھ لے سکتے ہو اور نہ کچھ دے سکتے ہو۔ نہ تم سودی لین دین کی شکل میں ایک دوسرے پر ظلم کرو اور نہ قیامت کے دن تم پر ظلم کیا جائے گا۔ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ سود (اور اس پر مبنی ہر قسم کا اقتصادی استحصال) ممنوع ہے۔

سود معاشی ظلم کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے سود کی ہر شکل چاہے وہ مفرد ہو یا مرکب' ذاتی طور پر لیا جائے یا تجارتی و پیداواری قرضوں پر حرام قرار دیا اور اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ قرار دیا۔ اسلام نے ارتکاز دولت کو ممنوع کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ

کی لایکون دولۃ بین الاغنیاء منکم (۱۵۱)

ایسا نہ ہو کہ یہ (مال و دولت) تمہارے دولت مندوں میں ہی گردش کرتی رہے۔

اسلام نے ارتکاز دولت کو روکنے کے لیے نظام زکوٰۃ وعشر اور وراثت کا قانون دیا۔ جس میں مرنے کے بعد مورث کی جائیداد حقداروں کی ملکیت میں منقسم ہو جاتی ہے۔ حکیم الامت اشرف علی تھانویؒ نے بیوی کے مہر کو جبراً معاف کرانا بھی صریحاً ظلم قرار دیا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں سود کے خاتمہ اور زکوٰۃ کے نفاذ، تجارت کی آزادی، معاشی اجارہ داریوں کا خاتمہ اور اقتصادی محکموں کی نفی کی گئی ہے تاکہ ہر آدمی آزادی سے اپنا رزق تلاش کر سکے اور دوسرا اس کی راہ میں رکاوٹ نہ ڈالے۔ اسلام نے عالمگیر سطح پر ہر انسان کے معاشی حقوق بلا تفریق تسلیم کیے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کا پیغام عالمگیر اور آفاقی ہے' جس سے نسل انسانیت کی روحانی تربیت ہو سکتی ہے۔ محسن انسانیت نے غلامی کو بتدریج ختم کیا تھا۔ مگر مغربی دنیا نے ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف جیسے اقتصادی اداروں سے مسلم ممالک کو نئی قسم کی معاشی اور اقتصادی غلامی میں جکڑ لیا اور معاشی ناہمواریاں پیدا کر کے انسانیت کی فلاح کے بجائے

ان کی معاشی بربادی کا سامان پیدا کر دیا۔ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ مسلم امہ انسانیت کی فلاح کے لیے اپنی اقتصادی مشترکہ منڈی تشکیل دے اور اسلامی اقدار کی پاسداری کرتے ہوئے مسلمانوں کی صحیح کردار سازی کی مشترکہ پالیسی وضع کرے۔

اسلامی معاشرہ میں انصاف پسندی وروشن خیالی

عدل کے معنی انصاف کرنا، کسی چیز کو دو برابر حصوں میں بانٹ دینا، ہر ایک کو اس کا پورا پورا حق دینا ہے۔ عدل انصاف رسول کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کا ایک روشن مینارہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان(۱۵۲)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے

عدل انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا جائز حق آسانی کے ساتھ مل جائے نظام عدل کی موجودگی میں معاشرے کے امور بخیر وخوبی انجام پاتے ہیں۔ جب کے بے انصافی کی وجہ سے معاشرے کا ہر شعبہ مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔ بعثت نبوی ﷺ کے قبل دنیا عدل وانصاف کے مفہوم سے نا آشنا تھی۔ طاقتور ظلم وستم کو اپنا حق سمجھتے تھے اور کمزور اپنی مظلومیت کو مقدر سمجھ کر برداشت کرنے پر مجبور تھے۔

دین اسلام کے طفیل ظلم وستم کا یہ گھناؤنا کاروبار بند ہوا اور دنیا عدل وانصاف کے اس اعلیٰ معیار سے آشنا ہوئی جس نے رنگ ونسل اور قوم ووطن کے امتیازات کو مٹا کر رکھ دیا۔ ناانصافی کی بناء پر انسانوں کے مختلف طبقات اور گروہوں کے درمیان نفرت کی جو دیوار کھڑی ہوگئی تھی اسلام نے اسے گرا کر انسان کو انسان کے شانہ بشانہ لا کھڑا کیا اس طرح لوگوں کے درمیان انس ومحبت کا وہ رشتہ استوار ہوا جو انسانیت کے لیے سرمایہ افتخار ہیں۔ اسلام وہ دین ہے جس نے عدل وانصاف کے معاملے میں بلاامتیاز تمام نسل انسانی کے درمیان مساوات قائم کرنے کا حکم دیا۔ (۱۵۳)

ایک بار آپ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے لوگوں کا بہت ہجوم تھا۔ ایک شخص آ کر آپ ﷺ پر منہ کے بل گر گیا۔ دست مبارک میں پتلی سے لکڑی تھی آپ ﷺ نے اس سے

ٹھوکا دیا۔ اتفاق سے لکڑی کا سرا اس کے منہ پر لگ گیا اور خراش آ گئی۔ فرمایا مجھ سے اپنا بدلہ لے لو۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میں نے معاف کر دیا۔ (۱۵۴) ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں عدل انصاف کے مفہوم کو اس طرح اجاگر کرتا ہے

واذاحکمتمه بین الناس ان تحکمو ابالعدل(۱۵۵)

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو

اسلامی حکومت کی یہ خصوصیت رہی ہے کے اس نے اپنے باشندوں کو ہمیشہ بے لوث انصاف فراہم کیا اور حقیقت میں اسلامی حکومت کا اصل مقصد بھی عادلانہ نظام کا قیام ہے اور یہ نظام ہم تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ (۱۵۶)

اسلامی معاشرہ میں باہمی اخوت وروشن خیالی

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

المومن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضاً تم شبک بین اصبابعه۔ (۱۵۷)

مسلمان مسلمان کے لیے مکان کی مانند ہے (یعنی سارے مسلمان ایک مکان کی مانند ہیں کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط رکھتا ہے) پھر آپ ﷺ نے اپنے ایک دست مبارک کی انگلیاں دوسرے دست مبارک کی انگلیوں میں داخل کیں مسلمانوں کے مابین اتحاد واتفاق کی ضرورت کو ہادی برحق ﷺ نے اس طرح سے واضح فرمایا

یداللہ علی الجماعه ومن شذ شذفی النار (۱۵۸)

اللہ تعالیٰ کی تائید وحمایت جماعت کے ساتھ ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ آگ میں گرا۔

آپ ﷺ نے مسلمانوں کے مابین تعلقات کو استوار کرانے اور ان میں صلح کرانے کی اہمیت اور اس کے اجر کے متعلق ارشاد فرمایا:

الا اخبر کم بافضل من درجه الصیام و الصلوٰۃ الصدقته قالو

بلیٰ یا رسول اللہ قال اصلاح ذات البین و فساد ذات البین حالقہ۔ (۱۵۹)

کیا میں تم کو وہ بات بتاؤں جو درجے میں روزہ، نماز اور صدقہ سے افضل ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ (ﷺ) آپ ﷺ نے فرمایا؛ آپس میں میل جول کرا دینا اور آپس کی پھوٹ مونڈنے والی ہے (یعنی دین کو سخت نقصان پہنچانے والی ہے)

قرآن پاک میں اہل ایمان کو امت واحدہ قرار دیا گیا ہے۔ نسلی اور دیگر امتیازات کو ختم کر دیا گیا ہے۔ خاندانی عصبیت اور مفاخرت کی مذمت نبی اکرم ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی:

من نصرہ قومہ علیٰ غیر الحق فھو کالبعیر الذی ھوی فھو ینزغ بذنبہ۔ (۱۶۰)

جو شخص ناحق اپنی قوم کی حمایت کرے وہ اس اونٹ کی مانند ہے جو کنوئیں میں گر پڑے پھر اس کو اس کی دم پکڑ کر کھینچا جائے۔ (تو وہ کسی بھی طرح نہ نکل سکے)

اسلامی معاشرہ میں سیاسی اعتدال پسندی

ملوکیت و پاپائیت یا اشتراکیت و جمہوریت یا قبائلی نظام حکومت بھی اگر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے سائے سے باہر رہ کر چلایا جائے گا تو تباہی و بربادی کے سوا انسانیت کو کچھ نہیں ملے گا۔ لادین سیاست کے پیروکار بھی کبھی بھی دوسرے کا عزت سے رہنا برداشت نہیں کر سکتے۔ اکثر مغربی و مشرقی مفکرین کے نزدیک گزشتہ دونوں عالمگیر جنگوں کی بنیاد یہی لادین سیاست تھی جس کی وجہ سے سات کروڑ افراد موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ (۱۶۱) اسلامی تعلیمات یہ ہے کہ اگر کسی کو زمین میں اقتدار مل جائے تو وہ زمین میں اپنی بالادستی کی بجائے اللہ کے حکم کی بالادستی قائم کرے لوگوں کو نیکی طرف بلائے اور منکرات اور برائیوں کی جہنم میں گرنے سے بچانے کی کوشش کرے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لاتسبوا الاولاۃ فانھم ان احسنوا کان لھم لاجر وعلیکن
الشکر وان اسائوا فصلیھم الوزر و علیکم الصبر.
حاکموکونہ کوسو، کیوں کہ اگروہ نیکی کرتے ہیں توان کے لیے اجر ہے اور
تمہارے لیے موقع شکراور اگروہ برائی کریں توان کی گردن پر بوجھ اور
تمہارے لیے موقع صبر"۔آپ ﷺ نے امیر کی اطاعت کا حکم دیا ہے
اور انتہاء پسندی سے منع فرمایا ہے۔(۱۶۲)

یہاں یہ بات یاد رہے کہ اسلام حکمرانوں پر مثبت اور تعمیری تنقید سے نہیں روکتا۔ (۱۶۳) اسی طرح ظالم و جابر حکمران کے خلاف کلمہ حق کو جہاد کہا گیا ہے بلکہ ایسے حالات میں مستقل مزاجی، صبر وبرداشت سے ظلم کے خلاف ڈٹے رہنا اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔(۱۶۴)

اسلامی معاشرہ کی خصوصیت معاہدات کی پابندی ہے

آپ ﷺ کا کا جو معیار اخلاق شخصی حالتوں میں تھا وہی میدان جنگ میں بھی قائم رہا۔ معاہدات نبوی ﷺ کا اطلاق ان معاہدات پر ہوتا ہے جو آپ ﷺ کی ہجرت کے بعد اور بالخصوص مدینہ کے قیام کے بعد مختلف اقوام وملل سے کیے گئے۔(۱۶۵) قرآن کریم میں ۲۵ سے زائد مقامات پر پوری شدت کے ساتھ معاہدات کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس پر بڑے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے۔(۱۶۶) آپ ﷺ کے معاہدایت میں دو باتیں خاص نظر آتی ہیں پہلی یہ کہ معاہدات میں رواداری اور برداشت دوسری یہ کہ معاہدہ برابری کی بنیاد پر یا جھک کر قبول کر لیتے۔آپ ﷺ کے معاہدات سے فاتح کی حیثیت نمایاں نہیں ہوتی بلکہ مصلح کی حیثیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔آپ ﷺ نے میثاق مدینہ کے نام سے جو معاہدہ کیا وہ یہودیوں کے ساتھ رواداری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

جہاد اور جنگ میں مسلمانوں کی اعتدال پسندی اور انسانی حقوق کی پاسداری

اسلام امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے توازن وآہنگ کا نام ہے۔(۱۶۶) جب ظلم ہوتو مظلوم کی حمایت کے لیے جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔(۱۶۸) لیکن اس میں حد سے تجاوز کرنے سے منع کیا گیا (۱۶۹) اگر دشمن صلح کرنا چاہے تو صلح کا حکم دیا گیا ہے (۱۷۰) پروفیسر ٹی

ڈبلیو آرنلڈ لکھتے ہیں کہ قرآن میں کہیں ایسی آیت نہیں جس میں کسی طرح جبری تبدیلی مذہب کا حکم پایا جائے ۔(۱۷۱) جارج سیل لکھتا ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ نہیں پھیلا اسے تو انہوں نے بھی قبول کیا جن کا محمد ﷺ کی قوت سے کبھی واسطہ نہیں پڑا اور وہ بھی اس میں داخل ہوئے جنہوں نے عربوں کو ان کی فتوحات سے محروم کیا۔(۱۷۲) یہی بات ای گبن ، ایچ جی ویلز، جان بیکٹ اور بے شمار مستشرق مورخین نے لکھی (۱۷۳) سیرت الرسول ﷺ لا کراہ کا بہترین نمونہ ہے۔قرآن پاک اور سنت رسول ﷺ کی تعلیمات کی وجہ سے ہی مسلمانوں نے ہمیشہ مخالفین کے ساتھ اعتدال پسندی کا رویہ اختیار کیا اپنے سخت ترین دشمن کے خلاف بھی جنگوں میں جن میں عام طور پر ظلم اور غضب جیسے رویے حکمت پر غالب آجاتے مسلمانوں نے اعتدال پسندی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔جیسا کہ فرانسیسی فلسفی غوستان لوبون (۱۷۴) اسلامی فتوحات کے بارے میں کہتا ہے کہ ''حقیقت یہ ہے کہ قومیں عربوں کی طرح کے روادار فاتحین اور ان کے برداشت والے دین کے علاوہ کسی اور سے غیر واقف ہیں'' (۱۷۵) مورخین مسلم اور غیر مسلم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن پاک نے دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری اور برداشت کے رویے کی تلقین کی ، جنگ اور جہاد میں ان کے راہبوں اور مذہبی رہنماؤں کو خصوصی امتیازات سے نوازا ان سے ٹیکس نہیں لیا جاتا۔رسول اکرم ﷺ نے ان کو قتل کرنے کی ممانعت کی امیر المومنین عمر ابن الخطابؓ نے جب بیت المقدس کو فتح کیا تو ان کی عزت کو آنچ تک نہ آنے دی۔حالانکہ عیسائی بیت المقدس میں داخل ہوئے تو انہوں نے بے رحمی کے ساتھ مسلمانوں کو قتل کیا اور یہودیوں کو جلا دیا تھا۔(۱۷۶) اسلام نے محاربین (Belligerents) کو دو طبقوں میں تقسیم کیا ہے ایک اہل قتال (Combatants) جنگ میں حصہ لینے والے دوسرے غیر اہل قتال (Non Combatants) جنگ میں حصہ نہ لینے والے راہب، مجاور، بچے، خواتین، معذور وغیرہ پہلے طبقہ کو قتل کی اجازت ہے دوسرے سے منع کیا گیا ہے۔(۱۷۷) لیکن اگر پہلے طبقہ کا بھی کوئی شخص میدان جنگ میں اسلام قبول کر لے چاہے موت کے خوف سے ہو اس کے قتل پر بھی آپ ﷺ نے شدید ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔(۱۷۸)

آپ ﷺ قیدیوں سے حد درجہ بہتر سلوک کرتے، صحابہ بھوکے رہتے لیکن قیدیوں کو کھانا کھلاتے اور کپڑے پہناتے۔(۱۷۹)

Human rights in Islam are firmly rooted in the belief that God, and God alone, is the Law Giver and the Source of all human rights. Due to their Divine origin, no ruler, government, assembly or authority can curtail or violate in any way the human rights conferred by God, nor can they be surrendered.(180)

حاصل کلام

عہد حاضر کا تقاضا ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات کے تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر قومی و ملی تحفظ کے لیے کوشاں ہوں اور ایمان کا سب سے آخر درجہ یہ ہے کہ ظلم کو ظلم سمجھیں اور حکمت کے ساتھ اپنی نفرت کا اظہار کریں تاکہ دشمن کی توپوں کے دھانے سے بچیت ہوئے اپنے موقف کو اقوام عالم سے منوائیں اور یہ اسی وقت ہوگا جب ہم خود فساد کا ایندھن بننے کے بجائے فساد کے اسباب کو ختم کرنے کے لیے اقوام عالم کو متوجہ کریں۔ اسلام کے حوالے سے اس کی تعلیمات کو مسخ کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کا علمی جواب دیں اور ثابت کریں جنگ اور جہاد الگ الگ ہیں۔ جہاد اور دہشت گردی الگ الگ ہیں اسلامی رواداری کی تعلیم کو اجاگر کریں بعض افراد کے انفرادی عمل کا دفاع کرنے کے بجائے اسلام کا دفاع کریں۔ ناموس رسالت کے قانون کے حوالہ سے اپنا موقف عالمی زبانوں میں پیش کریں اور ان سے مطالبہ کیا جائے کہ جس طرح ہمارا مذہب حکم دیتا ہے ولاتسبو الذین یدعون من دون اللہ فیسبو اللہ عدواً بغیر علم کہ کسی کے معبود کو کسی کی مقدس ہستی کو برا نہ کہو۔

جب ہم کسی کو برا نہیں کہتے تو کسی کو یہ حق بھی نہیں دیا جا سکتا ہے کہ وہ ہماری مقدس ہستی کو برا کہے گالی دے اور عیسائیوں کے اس تخریبی ذہن کو جو صلیبی جنگ کے اثرات کا ثمر ہے ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے حوالے سے باقاعدہ سیمینار و کانفرنسیں منعقد کر کے دنیائے عیسائیت پر واضح کرنا چاہیے کہ ہم خود عیسائیوں سے بھی زیادہ ان سے عقیدت رکھتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کرنے والے کی بھی وہی سزا تجویز کرتے ہیں جو اپنے ہمارے پیارے نبی ﷺ کے گستاخ کے لیے تجویز کرتے ہیں۔ ہمیں احساس کمتری سے نکلنا ہوگا ہمیں اپنی بنیادیں مغربی تہذیب و ثقافت اور ان کی خوشنودی میں تلاش کرنے کے بجائے قرآن اور اسوہ حسنہ میں تلاش

کرنا ہوگا۔اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی میں تلاش کرنا ہوگا کم از کم زبان سے حق کو حق سچ کو سچ کہنا ہوگا ہمیں اپنی قوم وملت کا ترجمان بننا ہوگا اگر بنیاد صحیح ہو تو عمارت صحیح کھڑی ہوتی ہے اگر بنیاد غلط ہو تو عمارت بھی غلط تعمیر ہوگی اور معمولی سے صدمہ سے منہدم ہو جاتی ہے۔

ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا
لا کے کعبے سے صنم خانے سے آباد کیا

آج ہم ہر وقت مغرب کی طرف دیکھنے کے قائل ہیں جبکہ مغرب تو ڈوبنے کی جگہ ہے۔مغرب میں تو سورج ڈوبتا ہے۔جبکہ مشرق وہ جگہ ہے جہاں سے سورج ابھرتا ہے مشرق روشن ہے اس کا افق روشن ہے یہ ابھرنے کی جگہ ہے۔مغرب کی نہ صرف تہذیب اندھی بلکہ یہاں کی انسانیت بھی اندھی ہے۔آپ ﷺ مشرق وسطیٰ میں پیدا ہوئے اگر مغرب اللہ کو اتنا ہی پیارا ہوتا ہے تو یقیناً وہاں پر کچھ نہ کچھ کرشمے ضروری ہوتے۔آج ہماری نوجوان نسل مغرب کی اندھی تقلید کر رہی ہے جبکہ دم توڑتی ہوئی تہذیب کے پیچھے چلنے والوں کو منزل نہیں ملا کرتی۔ آج وہاں پر کونسی روشنی تلاش کی جائے؟ جس طرح سابقہ قوموں بے حیائی اور غرور وتکبر میں ہلاک ہوئی ان کا بھی انجام ایسا ہی ہوگا یہ تہذیب کب ٹوٹے گی یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔اللہ تعالیٰ کفر کو تو برداشت کرتا ہے مگر بے حیائی اور ظلم کو برداشت نہیں کرتا۔

حیات تازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا
رقابت ، خود فروشی ، ناشکیبائی ، ہوسنا کی

یہ ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات کو نہ صرف مقامی بلکہ غیر ملکی زبانوں میں عام کیا جائے۔وہ تمام اقدامات جو غلط ہوں اور امہ کی بھلائی اور نفع رسانی کے لیے نہ ہو ان کو ختم کر دیا جائے۔قانون کی حکمرانی ہو تا کہ ہر فرد کو انصاف بروقت مہیا ہو۔اسلام کسی بھی طور سے تعلیم کے حصول کے لیے منع نہیں فرماتا بلکہ جتنی اہمیت تعلیم کی اسلام میں موجود ہے شاید ہی کسی اور مذہب میں موجود ہو۔اس بات کی طرف توجہ دی جائے کہ تمام اداروں سے فرقہ وارنہ اور لسانی نمائندگی کا خاتمہ ہو۔حکومت، علماء اور صحافیوں کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے فرائض بخوبی انجام دیں۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کردے

حواشی وحوالہ جات

۱۔ سورہ الاحزاب، آیت نمبر۲۱

۲۔ اسلام کا بحران۔ جہاد اور دہشت گردی/ برنارڈ لیوس مترجم محمد احسن بٹ/ لاہور/ نگارشات/ صفحہ ۷

۳۔ ایضاً/ صفحہ ۳۵

۴۔ سورہ القصص

۵۔ چوہدری غلام رسول/ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ/ لاہور/ علمی کتب خانہ/ ۱۹۸۰ء/ ص ۱۰۱۔۱۰۳

۶۔ منشی عبدالرحمان خان/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی/ لاہور/ ادارہ اسلامیات/ اشاعت دوم ۱۹۹۲ء/ ص ۲۴

۷۔ ڈاکٹر اشیاق حسن قریشی/ براعظم پاک وہند کی ملت اسلامیہ/ ترجمہ ہلال احمد زبیری/ کراچی/ شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ کراچی/ اشاعت چہارم ۱۹۸۹ء/ ص ۳۶۳

۸۔ منشی عبدالرحمان خان/ تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی/ لاہور/ ادارہ اسلامیات/ اشاعت دوم ۱۹۹۲ء/ ص ۲۷۔۲۸

۹۔ یجروید۔۶/ ۳۷

۱۰۔ رگ وید۔۱، ۲۹، ۷

۱۱۔ رگ وید، ۱۰، ۳۴، ۳

۱۲۔ ساگر طارق اسماعیل/ آپریشن بلیو اسٹار/ لاہور/ مقبول اکیڈمی/ ۱۹۹۳ء/ ص ۲۰۵

۱۳۔ آل عمران، ۱۱۲

۱۴۔ سورہ النساء۔۱۵۵

۱۵۔ آل عمران ۱۱۲، مزید دیکھیں البقرہ ۹۱۔ آل عمران ۱۱۸ اور ۲۱

۱۶۔ حمید اللہ، ڈاکٹر/ محمد رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی/ لاہور/ ادارہ اسلامیات انارکلی/ ص ۳۱۹

۱۷۔ بوڈلے، آر۔وی۔سی۔ محمد رسول اللہ ﷺ مترجم محمد علی چراغ نذیر سنز لاہور ۱۹۹۶ء ص ۱۶۴، بحوالہ کتاب استثناء باب ۲۰ آیات ۱۰۔۱۴، سعد بن معاذ نے بنی قریضہ یہود کے بالغوں کو قتل کا فیصلہ کیا تھا وہ انہی کے مذکورہ مذہبی حکم کے تھا

۱۸۔ نیازی ڈاکٹر لیاقت علی خان/ مطالعہ سیرت/ میانوالی/ پروگریسیو پبلیشرز/۱۹۹۳/ص ۱۱۶

۱۹۔ ندوی، مجیب اللہ، اہل کتاب صحابہ وتابعین/ اعظم گڑھ/ معارف پریس انڈیا/ ۱۹۵۱ء/ص ۹۱۔۹۲

۲۰۔ چوہدری غلام رسول/ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ/ص ۱۰۳

21. Arnold toyn bee J/ A study of history/ Vol. 12)

22. Atrur Gilman/ The Saracens/ London/1887/P.184)

۲۳۔ محمد مارماڈیوک پکتھال/ اسلام کلچر مترجم پروفیسر محمد ایوب/ لاہور/ مکتبہ تعمیر انسانیت/ص ۸۲

۲۴۔ رضوی، سید واجب علی/ رسول میدان جنگ میں/ص ۲۷۲

۲۵۔ حمید اللہ، ڈاکٹر/ محمد رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی/ لاہور/ ادارہ اسلامیات انارکلی/ص ۴۶، مزید دیکھیں اہل کتاب صحابہ وتابعین/ مجیب اللہ ندوی/ص ۹۳

۲۶۔ جارج کونستان ورژیل/ پیغمبر اسلام ﷺ مترجم مولانا وارث علی/ کراچی/ شمع بک ایجنسی/ص ۱۰

۲۷۔ رضی سید واجد علی/ رسول میدان جنگ میں/ص ۴۰

۲۸۔ ایضاً/ص ۴۱۔۴۲

۲۹۔ معلقات۔ کلام عمر بن کلثوم

۳۰ باری علیگ/ اسلامی تاریخ وتہذیب/ لاہور/ تخلیقات/ ۱۹۹۲ء/ص ۲۳

۳۱۔ صحیح بخاری

۳۲۔ قاضی ثناء اللہ عثمانی پانی پتی/ تفسیر مظہر/ حیدر آباد دکن/ مجلس اشاعت العلوم/ ج ۹/ص ۲۵

۳۳۔ ڈاکٹر مولانا محسن عثمانی ندوی/ مطالعہ مذاہب/ کراچی/ مجلس نشریات اسلام ناظم آباد/ ۱۹۹۹ء/ص ۹

Arm strong Karen/ Muhammad a western attempt to understanding Islam/ London/1992/p 266)

۳۵۔ سیرۃ مقالہ/ سید عطاء اللہ/ پشاور/ ۲۰۰۳/ص ۳۸۵

۳۶۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصوری پوری/ رحمۃ للعالمین/ لاہور/ مکتبہ اسلامیہ/ ج ۲/ص ۲۱۳

۳۷۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ/ خطبات بہاولپور/ اسلام آباد/ ادارہ تحقیقات اسلامی/ اشاعت چہارم ۱۹۹۲ء/ص ۲۳۹

۳۸. سورۃ فتح ۲۸

۳۹۔ سورہ الاعراف، آیت نمبر ۱۵۸

۴۰۔ سورہ آل عمران، آیت ۸۵

۴۱۔ سورہ المائدہ، آیت نمبر ۳

۴۲۔ پنڈت گوپال کرشن ایڈیٹر بھارت سماچار، بمبئی/ مقالہ مہاپرش محمد ﷺ ۹۲۶،/ص ۱۶۴

۴۳۔ اسلامی بیداری انکار اور انتہا پسندی کے نرغے میں/ ڈاکٹر یوسف القرضاوی مترجم سلمان ندوی/ لاہور/ مکتبہ تعمیر انسانیت/ص ۹

۴۴۔ ایضاً/ص ۲۷

45. Bhatti , Current Affairs. 2000)

46. Bhatti , Current Affairs. 2000

۴۷۔ سورہ فاتحہ

۴۸۔ ایضاً

۴۹۔ مسند امام احمد/ سنن نسائی/ سنن ابن ماجہ

۵۰۔ اسلامی بیداری انکار اور انتہا پسندی کے نرغے میں/ ڈاکٹر یوسف القرضاوی مترجم سلمان ندوی/ لاہور/ مکتبہ تعمیر انسانیت/ص ۱۳

۵۱۔ متفق علیہ اسلامی بیداری انکار اور انتہا پسندی کے نرغے میں/ ڈاکٹر یوسف القرضاوی مترجم سلمان ندوی / لاہور/ مکتبہ تعمیر انسانیت/ص ۲۰

۵۲۔ بخاری و مسلم ایضاً/ص ۲۳

۵۳۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصوری پوری/ رحمۃ للعالمین/ لاہور/ پروگریسو بک سینٹر/ ج ۳/ص ۳۴۱

۵۴۔ سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۸۵

۵۵۔ سورہ النحل، آیت نمبر ۱۲۵

۵۶۔ سورہ الحجرات، آیت نمبر ۱۲

۵۷۔ متفق علیہ

۵۸۔ شرح عقائد السفیہ/ بحوالہ جواہر الفقہ/ مفتی محمد شفیع/ کراچی/ ادارہ معارف کراچی/ ج ۱۴/ص ۳۰

59. Esposito: The Islamic Threat,Myth or Reality. P 196)

60. http://encarta.msn.com/encyclopedia_761564344_1/Terrorism.html

61. The New Encyclopaedia Britannica/Scurlock Tirah IX/Chicago/William Benton, Publisher/1972/P-904)

62. http://encarta.msn.com/encyclopedia_761564344_1/Terrorism.html

63. Rabbi A Grohman, Neturei Karta, UK/) Middle East and Terrorism)http://www.islamic-studies.org/terrorconfer.pro.htm

۶۴۔ سید معروف شاہ شیرازی/ اسلام اور دہشت گردی/ لاہور/ ادارہ منشورات اسلامی/۲۰۰۲/ص ۱۷۵

۶۵۔ کیرم آرم اسٹرانگ/مسلمانوں کا سیاسی عروج وزوال/لاہور/نگارشات/۲۰۰۳/ص۱۸۰

۶۶۔ ایضاً حوالہ نمبر ۶۴/ص۱۷۵،۱۷۹

67. International One-day Conference/Jewish, Christian, Muslim religious leaders And Politicians Discuss:Terrorism Tuesday 13th November 2001 - London) Rt. Hon. Tony Benn, Member of British Parliament, UK/Peace and Justice)

۶۸۔ اسرار عالم/عالم اسلام کی صورتحال/کراچی/ادارہ معارف اسلامی/۲۰۰۰ء/ص۶۷

69. Zbigniew Brezenski/Out of Control Global Turmoil on the eve of the twenty first century/ New York/1995/p. 214

۷۰۔ ساحل/مدیر منتظم ڈاکٹر خالد علی انصاری/کراچی/اکتوبر ۲۰۰۰/ص۵۰

۷۱۔ ایتھکس اینڈ انٹرنیشنل افیئرز/مئی ۲۰۰۰

72 Low back the costs and Consequences of American Empire P 216)

۷۳۔ ماہنامہ ساحل/کراچی/ج۱۳/ش۱۱/نومبر۔دسمبر ۲۰۰۲ء/ص۴۱۔۴۲

۷۴۔ احمد سلیم نیا عالمی نظام اور پاکستان مقالات مقالہ جوہر میر/لاہور/فکشن ہاؤس مزنگ روڈ/۱۹۹۱ء/ص ۱۶

۷۵۔ جنگ سنڈے میگزین/۲۲ دسمبر ۲۰۰۲/ص۶۔۷

۷۶۔ ماہنامہ ساحل/کراچی/ج۱۳/ش۱۰/اکتوبر دسمبر ۲۰۰۱/ص۴۳تا۴۶

۷۷۔ ولیم بیلم/روگ اسٹیٹ ترجمہ بدمعاش امریکہ/مترجم سید ناصر علی/ص۱۷۱

78. Chomsky Noam/World Order old and New/London pluto press 1994-96)

۷۹۔ ماہنامہ ساحل کراچی، ج۱۳/ص۱۰

۸۰۔ احمد سلیم/نیا عالمی نظام اور پاکستان/ص۶۵

۸۱۔ ماہنامہ ساحل/کراچی/ج۱۳۔ش۱۱/نومبر دسمبر ۲۰۰۱/۹۲

۸۲۔ ایضاً/ص۸۹۔۹۶

۸۳۔ ماہنامہ ساحل/کراچی/ج۱۳/ش۱۰/اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۱/ص۸۹۔۹۶

۸۴۔ مجتبیٰ موسوی/مغربی تمدن کی ایک جھلک/دہلی/ترقی اردو بورڈ/ص۷۶

۸۵۔ ایضاً/ص۷۶

۸۶۔ ایضاً/ص۷۷

87. Harun Yahya/.islamdenouncesterroris/Bristo/Amal Press/January 2002/P 9

۸۸۔ زین العابدین میرٹھی/ پیغمبر اسلام کا پیغام امن وسلام/ نقوش رسول نمبر ﷺ ج سوم/ ص ۴۶۰

۸۹۔ محمود شکری آلوسی/ بلاغ الارب فی احوال العرب، مترجم ڈاکٹر م حسن/ لاہور/ مرکزی اردو بورڈ/ ج ۳/ ۱۹۶۷/ ص ۴۹۰

۹۰۔ پنڈت گوپال کرشن/ مہاپرش محمد ﷺ

۹۱۔ سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۹۰

۹۲۔ پنڈت گوپال کرشن ایڈیٹر بھارت سماچار، بمبئی/ مقالہ مہاپرش محمد ﷺ ۱۹۶۶/ ص ۱۶۵

۹۳۔ سورہ یونس آیت نمبر ۹۹

۹۴۔ یوسف القرضاوی/ شریعۃ الاسلام خلودھا ولا حھا للتطبیق فی کل زمان و مکان بیروت/ المکتب الاسلامی/ ۱۹۸۹ء/ ص ۵۲

۹۵۔ محمد یوسف کاندھلوی/ حیاۃ الصحابہ/ لاہور/ کتب خانہ فیضی/ ج ۳/ صفحہ ۵۸۵

۹۶۔ محمد حسین ہیکل اردو ترجمہ ابو یحییٰ امام خان/ حیاۃ محمد ﷺ لاہور/ ادارہ ثقافت اسلامیہ/ ۱۹۹۳/ صفحہ ۲۸

۹۷۔ سورہ البقرہ/ آیت نمبر ۱۵۱

۹۸۔ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی/ رسول اکرم ﷺ اور رواداری/ فضلی سنز/ کراچی/ مارچ ۱۹۸۸

۹۹۔ مقالات سیرت ۲۰۰۳، تقاریر/ مفتی غلام الرحمان/ پشاور/ صفحہ ۲۱

100. H.G.Wells/ A short History of the World/London/1924/Page No. 140

۱۰۱۔ انجیل متی ۱۰/ ۶، ۱۵/ ۲۴.

۱۰۲۔ ڈاکٹر حمید اللہ/ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی/ کراچی/ دارالاشاعت/ ۱۹۸۸ء/ صفحہ ۲۲۸

۱۰۳۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی/ الجہاد فی الاسلام/ مرکزی مکتبہ اسلامی/ دہلی/ نومبر ۱۹۷۹/ ص ۲۴

۱۰۴۔ سورہ الفرقان، آیت نمبر ۶۸

۱۰۵۔ ابن ماجہ، مسند احمد بن حنبل

۱۰۶۔ سورہ المائدہ

۱۰۷۔ تفسیر الکبیر/ ج ۱۱/ ص ۳۱۳

۱۰۸۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی/ الجہاد فی الاسلام/ مرکزی مکتبہ اسلامی/ دہلی/ نومبر ۱۹۷۹/ ص ۲۷-۲۸

۱۰۹۔ ستار طاہر/ ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا دوست پبلیکیشنز اسلام آباد، ۱۹۹۵ بحوالہ انسائیکلو پیڈیا بری ٹانیکا

۱۱۰۔ الامام البخاری/ الجامع الصحیح کتاب الایمان، لجنتہ احیاء کتب السنتہ/ مصر/ ج ۱،ص ۲۸
۱۱۱۔ محمد بن یوسف الصالحی الشامی/ سبل الھدی و الرشاد فی سیرۃ خیر العباد/ لجنتہ احیاء التراث الاسلامی/ قاہرہ/ ۱۹۸۳ء/ ج ۷،ص ۳۶
۱۱۲۔ سورہ آل عمران،۳:۱۵۹
۱۱۳۔ رواہ البیہقی
۱۱۴۔ رواہ الترمذی
۱۱۵۔ سورہ الشوریٰ ۴۲:۲۵
۱۱۶۔ محمد کرم شاہ الازہری/ ضیاء نبی ﷺ/ لاہور/ ضیاء القرآن پبلی کیشنز/ ۵/ص ۱۳۰۱ اور غضب اور رضا دونوں حالتوں میں انصاف کروں۔
۱۱۷۔ الصالحی محمد یوسف/ سبل لھدیٰ والرشاد/ قاہرہ/ ۱۹۷۲ء/ ج ۷/ص ۳۲
۱۱۸۔ مطالعہ قرآن مجید مراسلاتی کورس/ دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی/ اسلام آباد/ کورس نمبر ۱۹ یونٹ ۴،ج/ ۲۹ اگست ۲۰۰۳/ص ۵۷۸۴
۱۱۹۔ ابن قیم الجوزیہ/ زاد المعاد فی ھدی خیر العباد/ بیروت/ موسستہ الرسالہ/ ۱۹۸۵ء/ ج ۳،ص ۴۴۲
۱۲۰۔ سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد/ قاہرہ/ ۱۹۷۲ء/ ج ۵/ص ۳۳۸۔
۱۲۱۔ پنڈت گوپال کرشن ایڈیٹر بھارت سمار چار، بمبئی/ مقالہ مہاپرش محمد ﷺ ۱۹۶۶/ص ۱۶۴
۱۲۲۔ پنڈت گوپال کرشن ایڈیٹر بھارت سمار چار، بمبئی/ مقالہ مہاپرش محمد ﷺ ۱۹۶۶/ص ۱۶۴
۱۲۳۔ ترمذی
۱۲۴۔ بخاری
۱۲۵۔ مشکوٰۃ۔ کتاب الصید والذبائح
۱۲۶۔ سید نظر الحسن گیلانی/ آرٹیکل دہشت گردی شکوک وشبہات کا ازالہ/ رونامہ انقلاب بمبئی/ جمعہ ۱۹ دسمبر ۲۰۰۳
۱۲۷۔ البیہقی شعب الایمان
۱۲۸۔ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی/ حیاۃ الصحابہ/ لاہور/ کتب خانہ فیضی/ ج ۳/ صفحہ نمبر ۵۸۸
۱۲۹۔ البخاری/ جلد نمبر ۳/ص ۳۹۵
۱۳۰۔ غلام رسول مہر/ آرٹیکل حجتہ الوداع/ ماہ نو/ کراچی/ ادارہ مطبوعات پاکستان/ ۱۹۶۶/ص ۱۷۱
۱۳۱۔ صحیح البخاری/ ج ۳/ص ۳۹۵

۱۳۲۔ سورہ آل عمران ۱۰۳

۱۳۳۔ پروفیسر حسن الدین ہاشمی/ اسلامیات برائے انٹرمیڈیٹ کلاسز/ لاہور/ انڈش پبلیشنگ ہاؤس/ جولائی ۱۹۹۳/ص۱۵۴

۱۳۴۔ ڈاکٹر حمید اللہ/ رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی/ص ۳۱۳

۱۳۵۔ صحیح المسلم حدیث نمبر ۲۰۱۴

۱۳۶۔ بحوالہ تفشیر ابن کثیر، اردو ترجمہ/ ج ۱/ص ۴۶۲

۱۳۷۔ ڈاکٹر حمید اللہ/ رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی/ص ۳۴۲۔۳۲۵

۱۳۸۔ سورہ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۷

۱۳۹۔ سورہ الکہف/ ۲۹ اور سورہ الکافرون

۱۴۰۔ اقبال/ کلیات اقبال/ لاہور/ شیخ غلام علی اینڈ سنز/ ۱۹۹۸ء/ص ۴۷

۱۴۱۔ متفق علیہ

۱۴۲۔ ایضاً/ص ۴۷

۱۴۳۔ مشکوٰۃ المصابیح/ الجزء الثالث بحوالہ کاروان ملت/ص ۱۵۹

۱۴۴۔ ترمذی/ بحوالہ سیرت النبی ﷺ/ ج ۶/ص ۲۳۷

۱۴۵۔ سورہ آل عمران ۱۵۹

۱۴۶۔ پروفیسر حسن الدین ہاشمی/ اسلامیات لازمی/ رائے انٹرمیڈیٹ کلاسز/ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور/ ۱۹۹۳/ صفحہ نمبر ۱۳۱

147. www.Islam & Religious Tolerance- Sheikh Ahmad Kuftaro's Official website, Islamic sites.html)

۱۴۸۔ الامام ابوعبداللہ/ صحیح بخاری/ کتاب الحدود/ ج ۲/ص ۶۱۶

۱۴۹۔ پروفیسر حسن الدین ہاشمی/ اسلامیات برائے انٹرمیڈیٹ/ لاہور/ انڈس پبلیشنگ ہاؤس/ ۱۹۹۳/ص ۶۰

۱۵۰۔ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی/ حیاۃ الصحابہ/ لاہور/ کتب خانہ فیضی/ ج ۳/ صفحہ نمبر ۵۸۸

۱۵۱۔ سورہ الحشر/ آیت نمبر ۷

۱۵۲۔ سورہ النحل ۹۰

۱۵۳۔ پروفیسر حسن الدین ہاشمی/ اسلامیات برائے انٹرمیڈیٹ/ پنجاب ٹیکسٹ بک/ صفحہ نمبر ۹۶

۱۵۴۔ الامام ابوداؤد/ سنن ابی داؤد/ ملتان/ ج ۲/ صفحہ ۲۷۶

۱۵۵۔ سورۃ النساء/ آیت نمبر ۵۸

۱۵۶۔ پروفیسر حسن الدین ہاشمی/ اسلامیات برائے انٹرمیڈیٹ/ لاہور/ انڈس پبلیشنگ ہاؤس/۱۹۹۳/صفحہ نمبر۹۶

۱۵۷۔ متفق علیہ

۱۵۸۔ سنن ترمذی/ باب فی لزوم الجماعتہ

۱۵۹۔ سنن ابی داؤد۔ باب فی اصلاح ذات البین

۱۶۰۔ سنن ابی داؤد۔ باب فی العصبیہ

۱۶۱۔ ملاحظہ ہو جنگ عظیم از لوئیس سنائیڈز/ ترجمہ از غلام رسول مہر/ لاہور/ص ۲۶ تا ۲۸

۱۶۲۔ بخاری/ کتاب الاحکام باب السمع والطاعتہ لامام

۱۶۳۔ علامہ سیوطی/ تاریخ الخلفاء/ کراچی/ نور محمد کتب خانہ/ص ۶۹

۱۶۴۔ سورہ الانفال ۶۵۔۶۶

۱۶۵۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ دانش گاہ پنجاب لاہور طبع اول ۱۹۸۶ء ج ۱۹، ص ۱۶۶

۱۶۶۔ الفتح ۱۰، الانفال ۵۶، النحل ۹۱، البقرہ ۷۷، تفصیل کے لیے دیکھئے المعجم المفہرس لالفاظ القرآن محمد فواد عبدالباقی

۱۶۷۔ سورہ آل عمران

۱۶۸۔ سورہ الحج ۶ اور سور

۱۶۹۔ سورہ البقرہ ۱۸۱

۱۷۰۔ سورہ الانفال، ۶۱

171. Arnola T.W./The preaching of Islam/P 426.

۱۷۲۔ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی/ تجلیات سیرت/ کراچی/ فضلی سنز/ص ۱۲۶

۱۷۳۔ ایضاً/ص ۱۲۵ تا ۱۳۲

۱۷۴۔ غوستان لوبون فرانسیسی فلسفی ہے جسے علوم شرقیہ کا ماہر تسلیم کیا جاتا ہے اگرچہ اس کے بعض نظریات متعصبانہ ہیں لیکن مجموعی طور پر وہ ایک بڑا کاتب شمار ہوتا ہے۔

۱۷۵۔ ایضاً/ص ۶۰۵

۱۷۶۔ ایضاً/ص ۱۲۸

۱۷۷۔ ڈاکٹر خالد علوی/ انسان کامل/ لاہور/ الفیصل پبلشرز/ص ۲۶۴

۱۷۸۔ ایضاً/ص ۲۶۴

بشریٰ بیگ

خلفاء راشدین کی مذہبی رواداری

میں اپنے مضمون کا آغاز اُس کتاب سے کروں گی کے جس کے بارے میں تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کے وہ خدا کی بھیجی ہوئی ہے جس کے ہر ایک حرف پر ہمارا ایمان ہے جس کے تقدس اور طہارت کی ہم قسم کھاتے ہیں جس کا ہر حکم اور ہر ہدایت صرف اس لئے ہے کہ بے چوں و چرا اس کی تعمیل کی جائے۔ حدیث فقہ اور مجتہدات کے بعض پہلوؤں کی صحت اور عدم صحت پر گفتگو ہو سکتی ہے کہ بعض فرقے حدیث کی دینی حیثیت کے قائل نہیں بعض فقہ کو اہمیت نہیں دیتے بعض مجتہدات پر اعتراض کرتے اور ماننے سے انکار کرتے ہیں لیکن ہم سب (تمام فرقہ) جس چیز کے ہر حرف اور نقطہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ کتاب صرف اور صرف قرآن کریم ہے۔

قرآن کا روادارانہ مسلک:

انجیل، توریت، وید، گیتا اور زنداوستا وغیرہ کی تاریخی حیثیت اور قطعیت کے بارے میں کسی قسم کی گفتگو چھیڑنا مقصود نہیں۔ اس وقت صرف مسلمانوں سے بحث ہے اور اسلام کے بدترین مخالف بھی اسے تسلیم کرتے ہیں کہ جو قرآن آج ہمارے سامنے موجود ہے یہ بالکل وہی ہے جو آج سے چودہ سو برس پہلے حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ اس میں نہ ایک شوشہ بڑھا ہے نہ ایک نقطہ کم ہوا ہے۔ لہذا قرآن کریم سے جو استنباط کیا جائے گا اور جو حوالہ دیا جائے گا وہ شک وشبہ سے پاک ہوگا۔ ایک مسلمان جس طرح ۱ھ میں اس پر اعتقاد رکھتا تھا اسی طرح آج بھی رکھتا ہے۔ قرآن کی تعلیم و تلقین، اس کے بنائے ہوئے اصول و ضوابط اس کا پیش کیا ہوا دستور و آئین، اس کے قائم کی ہوئی روایات و معاملات، اس کے حل کئے ہوئے مسائل و مشکلات آج بھی ہوں کے توں موجود ہیں۔ ان میں کوئی تغیر نہیں آیا ہے۔ اور جب تک مسلمان اس کرہ ارض پر موجود ہیں ہو بھی نہیں سکتا۔ میرا دعویٰ ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں

کے ساتھ جو رواداری و وسعتِ قلبی اور مساوات کا کامل کا نمونہ پیش کیا ہے دنیا کا کوئی مذہب اور دنیا کی کوئی قوم اس معاملہ میں اس کی حریف نہیں بن سکتی۔ایک اور دعویٰ کی جسارت بھی کرتی ہوں مسلمانوں نے اپنے محکوم غیر مسلموں کے ساتھ ہر دور میں اور ہر عہد میں خواہ خود وہ اعمال کے اعتبار سے اسلام سے کتنے ہی دور ہو گئے ہوں جس مساوات اور رواداری اور شفقت کا برتاؤ کیا ہے اس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی ہے۔اسلام اور رواداری کا جہاں تک تعلق ہے دو باتیں خاص طور پر پیش نظر رکھنی چاہئیں۔

ا۔قول ۲۔ عمل

قول کے سلسلہ میں ہم قرآن کریم حدیث نبوی اور فقہ اسلامی کا دفتر کھنگالیں کہ یہی تینوں چیزیں مسلمانوں کے ایمان عقیدہ اور اقوال کا معیار ہیں۔پھر عمل کی طرف متوجہ ہوں گے جس کی داستان تاریخ کی زبان سے ہم سنیں گے۔

رواداری کا میثاق

ہر نیا مذہب یہ چاہتا ہے کہ دوسرے ادیان ختم ہو جائیں اور ان سب کی جگہ وہ خود لے لے۔ہر داعی مذہب یہ کوشش کرتا ہے کہ اس کی دعوت پھیلے اور روئے زمین پر چھا جائے لیکن اس خواہش اور کوشش میں بہت جلد جبر اور زور کے عناصر شامل ہو جاتے ہیں۔روم وغیرہ میں عیسائیت جس طرح پھیلی وہ ایسی داستان ہے جس سے ہر پڑھا لکھا شخص واقف ہے۔اور اگر حالات کی نا مساعدت کمزوری اور بے بسی کے باعث جبر وزور ممکن نہیں ہوتا تو تند اور سخت الفاظ کی یورش شروع ہو جاتی ہے لیکن اسلام اور داعی اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کا دامن ان دونوں چیزوں سے پاک ہے داعی اسلام کی جدوجہد کا مرکز صرف یہ خیال ہے کہ دوسرے اس دعوتِ حق کو سمجھیں، مانیں اور گردن جھکا دیں لیکن بایں ہمہ وہ اسے پسند نہیں کرتا کہ جبر وزور یا سب وستم سے کام لیا جائے

وہ واضح الفاظ میں فرماتے ہیں۔

قل یاایھاالکافرون لااعبدما تعبدون ولا انتم عابدون ما اعبد ولا انا عابد ما عبد تم ولا انتم عابدون مااعبد لکم